

مدیر  
مولانا محمد الیاس گھمن



شمارہ 9

اگست 2016

جلد نمبر 7

# جدید تہذیب یا قدیم اسلامی روایات

## پاکستان (ماضی، حال، مستقبل)

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ

[www.ahnafmedia.com](http://www.ahnafmedia.com)



مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا کا ترجمان

فقیہ  
سرگودھا  
ماہنامہ

جلد نمبر 5 اگست 2016 شمارہ نمبر 8

معاون مدیر

مولانا  
محمد کلیم اللہ حنفی

مدیر

مولانا  
محمد الیاس گھمن

خط و کتابت کا پتہ

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک  
35 ڈالر ..... سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک  
25 ڈالر ..... سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر ..... سالانہ

دفتر رسائل و جرائد  
مرکز اہل السنۃ والجماعت  
87 جنوبی سرگودھا

mag@ahnafmedia.com

آن لائن پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے

www.ahnafmedia.com

قیمت فی شمارہ 20 روپے علاوہ ڈاک خرچ

سالانہ 300 روپے  
زر تعاون

سرکولیشن مینیجر

0332-6311808

صبح 8 تا 4 بجے شام



WhatsApp

+923062251253

ماہنامہ  
مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا

## فہرست

پاکستان (ماضی، حال، مستقبل) ----- 3

اداریہ

اساتذہ کرام کے اوصاف ----- 23

فاروق طاہر

اعضائے انسانی کا عطیہ اور خرید و فروخت ----- 33

مفتی محمد نجیب قاسمی

بچوں کو اغوا ہونے سے بچائیے!! ----- 37

مولانا محمد جہان یعقوب

جمعیت علمائے اسلام کا احتجاجی مظاہرہ ----- 44

مولانا محمد کلیم اللہ حنفی

پاکستان میں ختم نبوت کا آئینی مسئلہ!! ----- 47

مولانا محمد کلیم اللہ حنفی

جدید تہذیب یا قدیم اسلامی روایات؟؟ ----- 50

مولانا محمد کلیم اللہ حنفی

نمازی کے سامنے گزرنے کا مسئلہ ----- 54

معاشرتی خرابی کو دور کیجیے!! ----- 61

عارف عزیز

## پاکستان (ماضی، حال، مستقبل)

اداریہ

آزادی کا پس منظر:

آزادی کی جس کو نیل نے غلامی کی سنگلاخ زمین کا سینہ چیرا، اس کی آبیاری ہمارے اسلاف و اکابرین کے خون اور پسینے سے ہوئی ہے۔ ہمارے بزرگوں کی بے مثال قربانیاں تھیں جنہوں نے اسلام اور اہل اسلام کو بچانے کی خاطر جہاں میدان کارزار میں اپنی جانوں کا ندانہ پیش کیا وہاں عقائد اسلامیہ کے تحفظ کے لیے دینی جامعات کی داغ بیل ڈالی۔ چنانچہ حکیم آفتاب حسن قریشی لکھتے ہیں:

”1857ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے باوجود جہاد کا سلسلہ جاری رہا انگریزوں نے انبالہ اور پٹنہ میں مجاہدین پر مقدمات چلا کر انہیں قید و بند کی سزائیں دیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منظم تحریک چلائی اور مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے عیسائی مشنریوں کی پشت پناہی کی۔ اس وقت یہ علماء ہی تھے جو اسلام کے تحفظ اور احیاء کے لیے میدان عمل میں اترے۔ انہوں نے مختلف جگہوں پر دینی مدارس قائم کیے اور نوجوانوں کو دین کی تعلیم دینے لگے۔ ان مدارس میں سے دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ دارالعلوم سہارنپور خاص طور پر مشہور ہیں۔“

(مطالعہ پاکستان بی۔ اے (لازمی) علامہ اقبال یونیورسٹی پاکستان صفحہ 305)

تقسیم برصغیر کی المناک داستان:

مملکت خداداد ”اسلامی جمہوریہ پاکستان“ خالص نعمتِ خداوندی ہے۔ اللہ

کریم نے ہمیں یہ آزاد مسلم ریاست ایسے حالات میں عطا فرمائی جب اسلام دشمن قوتیں اہل اسلام بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے گھناؤنے منصوبوں پر عمل پیرا تھیں۔ تقسیم برصغیر کی المناک داستان جان گسل حالات میں پیش آئی۔ ہندو، سکھ اور انگریز سب مل کر ایڑی چوٹی کا زور اس بات پر لگا رہے تھے کہ مسلمان الگ آزاد مسلم ریاست حاصل نہ کر سکیں۔ ظالم سامراج نے وہ کون سا ظلم تھا جو برصغیر کے مسلمانوں پر روا نہ رکھا۔ ان پر لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا، ان کے محلے قصبوں، شہروں اور دیہاتوں کو لوٹا گیا۔ گھروں کو جلا یا گیا، مساجد و مکاتب کو آگ لگائی گئی، ہزاروں بے گناہ بچیوں کی عزت کو تار تار کیا۔ لٹے پٹے قافلوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے، آزادی کے متوالوں نے سولیوں پر چڑھ کر اپنا حق چھینا، کئی کڑیل جوان ارض پاک کے حصول کیلئے کارزار کی پیاسی زمین کو اپنے خون سے سیراب کرتے رہے۔

شہداء نے بہتے دریاؤں کو اپنے لہو کا خراج دیا۔ گنگا و جمنا اور راوی نے بے کسوں کے خون کی سرخ چادر اوڑھی، کئی سہاگ سسکیوں میں گم ہو گئے۔ ہزاروں بے گناہ شیر خوار بچے موت کی وادی میں رقصاں ہوئے، پاک گلشن کو سینچنے کے لیے جذبہ آزادی سے سرشار لہو کی گرمائش کو حالات کے ستم ٹھنڈا نہ کر سکے۔ برصغیر کا مسلمان سمجھتا تھا کہ زندہ قوموں کیلئے غلامی سوہانِ روح ہے۔

اس کے لیے وہ ہر طرح کی ذہنی کوفت، قلبی اذیت، بے چینی، بے قراری اور درد و کرب کو ہنس کر برداشت کرتے رہے۔ برصغیر میں لگنے والی آگ بہار سے لے کر مشرقی پنجاب تک کو جھلسا رہی تھی۔ پلاسی کے میدان سے لے کر سرنگاپٹم تک اور پانی پت سے لے کر کرنال تک کی سرزمین لہو لہو تھی۔

## پاکستان کا ابتدائی تصور اور شرعی خدوخال:

جون 1928ء کو مولانا عبد الماجد دریابادی رحمہ اللہ کی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی۔ تو حضرت تھانوی فرمانے لگے:

”جی یوں چاہتا ہے کہ ایک خطہ پر خالص اسلامی حکومت ہو، سارے قوانین و تعزیرات وغیرہ کا اجراء احکام شریعت کے مطابق ہو، بیت المال کا نظام قائم ہو، نظام زکوٰۃ رائج ہو، شرعی عدالتیں قائم ہوں۔ مسلمانوں کو اس کے لیے کوشش کرنی چاہیے، دوسری قوموں کے ساتھ مل کر یہ نتائج کہاں حاصل ہو سکتے ہیں۔؟؟“

(تعمیر پاکستان از منشی عبد الرحمان مرحوم ص 35)

## تاریخی حقیقت و صداقت:

گویا پاکستان کا ابتدائی تصور اور اس کے شرعی خدوخال در حقیقت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے پیش کردہ ہیں۔ پاکستانی تاریخ کے مستند تاریخ نویسوں نے اس کو بلا جھجک لکھا ہے چنانچہ منشی عبد الرحمان مرحوم نے ”تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی“ میں، مولانا عبد الماجد دریابادی مرحوم نے ”حکیم الامت“ میں یہی بات لکھی ہے۔ نقوش و تاثرات میں بھی تقریباً تقریباً یہی بات درج ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے پیش کردہ تصور کے کچھ عرصہ بعد 29 دسمبر 1930ء کو علامہ محمد اقبال مرحوم نے الہ آباد میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں خطبہ صدارت کے دوران اس تصور کو مزید واضح کر کے ظاہر فرمایا۔

## مسلم لیگ کی اسلامی و فکری تربیت:

حصول آزادی اور قیام پاکستان کے لیے جو جماعت میدان عمل میں سرپیکار تھی وہ مسلم لیگ تھی۔ اس جماعت کی فکری و اسلامی تربیت کے لیے حکیم

الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے دل میں جذبہ خیر خواہی موجزن تھا۔ چنانچہ ایک دن مولانا شبیر علی تھانوی رحمہ اللہ سے فرمانے لگے:

”میاں شبیر علی! ہو اکارخ بتا رہا ہے کہ لیگ والے کامیاب ہو جائیں گے اور جو سلطنت ملے گی وہ ان ہی لوگوں کو ملے گی جن کو آج سب فاسق و فاجر کہتے ہیں، مولویوں کو تو ملنے سے رہی۔ لہذا ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ یہی لوگ دین دار بن جائیں اور جو سلطنت قائم ہو وہ دین دار لوگوں کے ہاتھ میں ہو۔ تاکہ اللہ کے دین کا ہی بول بالا ہو۔“

(مقدمہ حیات امداد ص 24)

### قائد اعظم سے علماء کے وفد کی ملاقاتیں:

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے ارباب مسلم لیگ بالخصوص قائد اعظم کی طرف اپنے خصوصی تربیت یافتگان کے وفد بھیجے۔ چنانچہ 24 دسمبر 1938ء کو پٹنہ میں مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمہ اللہ کی قیادت میں مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا شبیر علی تھانوی، مولانا عبد الجبار ابوہری، مولانا عبدالغنی پھول پوری اور مولانا معظم حسین امروہی رحمہم اللہ پر مشتمل پہلے وفد نے قائد اعظم سے ملاقات کی۔ جس میں مختلف امور پر تبادلہ خیال کیا گیا اور قائد اعظم کو نماز پڑھنے کی تلقین کی گئی۔ قائد اعظم نے فرمایا: ”میں گناہگار ہوں، خطاوار ہوں۔ آپ کو حق ہے کہ مجھے کہیں! میرا فرض ہے کہ اس کو سنوں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ نماز پڑھا کروں گا۔“

(روئید ادا از مولانا شبیر علی تھانوی ص 5)

اس کے بعد دوسرا وفد 12 فروری 1939ء کو مولانا ظفر احمد عثمانی کی زیر

قیادت دہلی پہنچا جس میں مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا شبیر علی تھانوی وغیرہ شامل تھے۔ وفد نے نہایت افہام و تفہیم کے ماحول میں قائد اعظم پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح کر دی کہ اسلام میں سیاست مذہب سے الگ نہیں بلکہ مذہب کے تابع ہے۔ اس موقع پر قائد اعظم نے فرمایا: ”دنیا کے کسی مذہب میں سیاست مذہب سے الگ ہو یا نہ ہو میری سمجھ میں اب خوب آگیا ہے کہ اسلام میں سیاست مذہب سے الگ نہیں بلکہ مذہب کے تابع ہے۔“

(روئیداد از مولانا شبیر علی تھانوی ص 7)

اس کے بعد بھی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے معتمد اور سفیر مولانا شبیر علی تھانوی رحمہ اللہ قائد اعظم سے مسلسل ملاقاتیں کرتے رہے چنانچہ ایک ملاقات میں قائد اعظم رحمہ اللہ نے مولانا شبیر علی تھانوی سے فرمایا:

”آپ تو کبھی تشریف لاتے ہیں اور حضرت تھانوی کی باتیں مجھے سمجھاتے ہیں۔ علماء میرے پاس بہت آئے مگر سب مجھ سے موجودہ سیاست میں بات کرتے ہیں جس سے وہ حضرات ناواقف ہیں۔ اور میں مذہب سے ناواقف ہوں۔ حضرت تھانوی نے آپ کو ایک مرتبہ بھی کسی سیاسی امر میں گفتگو کے لیے نہیں بھیجا۔ مجھے آپ کے ذریعہ خاص مذہبی معلومات ہوتی ہیں جو اور جگہ نصیب نہیں ہوتی۔ اگر آپ کو کچھ اور کہنا ہو تو بیٹھ جائیے مجھے کوئی جلدی نہیں ہے میں بڑے شوق سے سنوں گا۔“

(روئیداد از مولانا شبیر علی تھانوی ص 8، 9)

### قائد اعظم کا اعتراف:

غرضیکہ ان وفود کا قائد اعظم پر اتنا مثبت اثر ہوا کہ فرمانے لگے:

”مسلم لیگ کے ساتھ ایک بہت بڑا عالم ہے جس کا علم و تقدس اگر ایک



پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے میں تمام علماء کا علم و تقدس رکھا جائے تو اس کا پلڑا بھاری ہو گا اور وہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ہیں جو ایک چھوٹے سے قصبہ میں رہتے ہیں مسلم لیگ کو ان کی حمایت کافی ہے اور کوئی موافقت کرے یا نہ کرے ہمیں پرواہ نہیں۔“

(روئیداد)

مولانا شبیر علی تھانوی قائد اعظم سے اپنی ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے قائد اعظم کا فرمان نقل کرتے ہیں:

”اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ میں بے چوں چراں آپ کا کہا مانوں تو میں تیار ہوں آج تک تو میں آپ سے سمجھنے کے لیے بحث بھی کیا کرتا تھا۔ لیکن آج کے بعد میں خاموش بیٹھ کر سنوں گا اور مذہبی معاملات میں جو ہدایات آپ دیں گے ان کو تسلیم کروں گا کیونکہ مجھے حضرت تھانوی پر پورا پورا اعتماد ہے کہ مذہبی معاملات میں ان کا پایہ بہت بلند ہے اور ان کی رائے درست ہوتی ہے۔“

(روئیداد از مولانا شبیر علی تھانوی ص 10)

### نواب جمشید علی خان کا تجزیہ:

نواب جمشید علی خان سے قائد اعظم بہت متاثر تھے وہ انہیں ”یارِ غار“ تصور کرتے تھے۔ عموماً موسم سرما میں اپنی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح کے ہمراہ آرام کرنے کے لیے نواب صاحب کے ہاں باغ پت میں تشریف لے جایا کرتے اور ہفتوں وہاں رہتے۔ نواب صاحب اپنے ایک مکتوب مورخہ 4 اپریل 1955 میں لکھتے ہیں:

”یہ بالکل حقیقت ہے کہ قائد اعظم کی تمام تر دینی تربیت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا فیضان تھا اور ان کا اسلامی شعور حضرت والا (حضرت تھانوی رحمہ اللہ) کی

بدولت تھا۔ مولوی شمیر علی صاحب نے قائد اعظم کو حضرت والا کے قریب لانے میں بڑا کام کیا۔“

اپنے اسی مکتوب میں چند سطور کے بعد لکھتے ہیں کہ  
 ”قائد اعظم باغ پت کے دوران قیام میں حضرت والا کا بہت خلوص اور ادب سے تذکرہ فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ قائد اعظم کو تھانہ بھون حاضر ہونے کا انتہائی شوق تھا لیکن افسوس چند در چند وجوہات کی بناء پر ان کی یہ تمنا پوری نہ ہو سکی۔“  
مسلم لیگ کی حمایت میں تفصیلی فتویٰ:

10 فروری 1938ء کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے مسلم لیگ کی حمایت میں ایک تفصیلی فتویٰ (جو تنظیم المسلمین کے نام سے شائع ہو چکا ہے) جاری فرمایا۔ جبکہ اس سے پہلے دو قومی نظریے کی حمایت جھانسی الیکشن میں فرما چکے تھے۔

### جھانسی الیکشن میں حمایت کے مضمرات:

جھانسی الیکشن پہلا الیکشن تھا جو مسلم لیگ کانگریس نے علیحدہ ہو کر لڑنا تھا۔ اس لیے حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کی حمایت فرمائی۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ جب تک مسلم لیگ کانگریس کے ساتھ رہی حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ان کی حمایت نہیں فرمائی۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ شروع ہی سے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے علیحدہ ریاست اور الگ تنظیم کے حق میں تھے بلکہ اس کے زبردست محرک تھے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی اسی فکر و نظر کو بعد میں دو قومی نظریہ کا نام دیا گیا۔ گویا برصغیر میں پاکستان کی داغ بیل ڈالنے اور الگ آزاد مسلم ریاست کے لیے راہ ہموار کرنے والے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی اور آپ کے رفقاء کا رہیں۔

## مسلم لیگ کی کامیابیوں میں بنیادی کردار:

تاریخ اس بات پر چیخ چیخ کر شہادت دے رہی ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے علمی سپوتوں نے مسلم لیگ کی کامیابیوں کے خاکے میں اپنی محنت سے رنگ بھرا ہے۔ ان میں چند اہم نام یہ ہیں: حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع عثمانی، قاری محمد طیب قاسمی، مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، شاہ عبدالغنی پھولپوری، مفتی محمد حسن امرتسری، مولانا خیر محمد جالندھری، مفتی عبدالکریم گتھلوی، مولانا احتشام الحق تھانوی اور مولانا اطہر علی ودیگر رحمہم اللہ۔ ان لوگوں کی مسلسل محنت اور جدوجہد نے مسلم لیگ کی کامیابیوں میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

## پاکستان کے بارے قائد اعظم کے افکار:

علمائے حق کی متواتر محنت اور قائد اعظم سے مسلسل ملاقاتوں کا اثر قائد اعظم کی تقاریر سے بھرپور طریقے سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ آزاد اسلامی ریاست کے خواہاں تھے اور اس میں اسلام کا نظام چاہتے تھے۔ چند تاریخی حقائق پیش ہیں:

- 17 فروری 1938ء کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں اسٹریپیجی ہال میں فرمایا: ”مجھے اپنے اسلامی کلچر اور تہذیب سے بہت محبت ہے۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ ہماری آنے والی نسلیں اسلامی تمدن اور فلسفہ سے بالکل بیگانہ ہو جائیں۔“
- 14 دسمبر 1942ء کو کراچی میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”پاکستان کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہے کہ پاکستان میں اللہ کے دین کا نظام قائم ہو گا۔“
- 19 مارچ 1944ء پنجاب اسٹوڈنٹس فیڈریشن لاہور کی سالانہ کانفرنس میں

خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”ہمیں ہلالی پرچم کے علاوہ کوئی اور پرچم درکار نہیں۔ اسلام ہمارا رہنما ہے جو ہماری زندگی کا مکمل ضابطہ حیات ہے۔“

• 21 نومبر 1945ء سرحد مسلم لیگ کانفرنس پشاور میں دوران خطاب فرمایا: ”مسلمان، پاکستان کا مطالبہ کرتے ہیں جہاں وہ اپنے ضابطہ حیات، اپنے تمدنی ارتقاء، روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق حکومت کر سکیں۔“

• 24 نومبر 1945ء مردان کے جلسہ عام سے خطاب کے دوران فرمایا: ”پاکستان کی آزاد مسلم مملکت کے حصول میں بھی اپنا کردار ادا کریں جہاں مسلمان اسلامی فرمانروائی کا نظریہ پیش کر سکیں گے۔“

• 26 نومبر 1946ء کو سید بدرالدین احمد کو اپنی قیام گاہ پر ایک تفصیلی انٹرویو دیا جس میں آپ نے برملا کہا: ”دنیا کی تمام مشکلات کا حل اسلامی حکومت کے قیام میں ہے۔ اسی قیام کی خاطر میں لندن کی پرسکون زندگی کو رد کر کے عظیم مفکر علامہ اقبال کے اصرار پر واپس آگیا۔ ان شاء اللہ پاکستان کے نظام حکومت کی بنیاد لا الہ الا اللہ ہی ہوگی اور اس پر ایسی فلاحی اور مثالی سٹیٹ قائم ہوگی کہ دنیا اس کی تقلید پر مجبور ہو جائے گی۔“

• 7 جولائی 1947ء کو لندن مسلم لیگ کے نام پیغام میں فرماتے ہیں: ”خدا کے فضل سے ہم دنیا میں اس نئی عظیم خود مختار اسلامی ریاست کی تعمیر مکمل اتحاد، تنظیم اور ایمان کے ساتھ کر سکیں گے۔“

• 19 دسمبر 1946ء کو مصری ریڈیو پر خطاب کے دوران فرمایا: ”ہم چاہتے ہیں کہ ایک آزاد خود مختار قوم کی حیثیت سے اپنی زندگی بسر کریں اور ان تمام اقدار کا تحفظ کریں جن کا اسلام علمبردار ہے۔“

- 14 اگست 1947ء کو دستور ساز اسمبلی کے افتتاح کے موقع پر ماؤنٹ بیٹن کی تقریر کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ”اکبر بادشاہ نے جس فراخ دلی کا مظاہرہ کیا وہ ہمارے لیے کوئی نئی بات نہیں اس کا آغاز 1300 برس پہلے ہو گیا تھا جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کے بعد نہ صرف زبانی طور پر بلکہ عملی طور پر یہودیوں اور عیسائیوں سے فراخ دلانہ سلوک کیا۔۔۔ مسلمانوں کی تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔“

- 30 اکتوبر 1947ء کو لاہور میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”اگر ہم قرآن حکیم سے رہنمائی حاصل کریں تو بالآخر فتح ہماری ہوگی۔ میرا آپ تمام لوگوں سے یہی مطالبہ ہے کہ پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنانے کے لیے بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہ کریں۔“

- 14 دسمبر 1947ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل سے دوران خطاب فرمایا: ”میں صاف طور پر واضح کر دوں کہ پاکستان اسلامی نظریات پر مبنی ایک مملکت ہوگی۔“
- 25 جنوری 1948ء کو پاکستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے کراچی بار ایسو سی ایشن کے استقبال سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میں ان لوگوں کے عزائم نہیں سمجھ سکا جو جان بوجھ کر شرارت کر رہے ہیں اور یہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ پاکستان کے آئین کی بنیاد شریعت پر نہیں ہوگی۔ ہماری زندگی پر آج بھی اسلامی اصولوں کا اسی طرح اطلاق ہوتا ہے جس طرح 1300 سال پہلے ہوتا تھا۔

- 14 فروری 1948ء میں سبی دربار بلوچستان میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے جو قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے بنایا۔ ہمیں چاہیے کہ اپنی

- جمہوریت کی بنیادیں صحیح معنوں میں اسلامی تصورات اور اصولوں پر رکھیں۔“
- 21 فروری 1948ء کو افواج پاکستان سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ”اب آپ کو اپنے ہی وطن عزیز کی سرزمین پر اسلامی جمہوریت، اسلامی معاشرتی عدل اور مساوات انسانی کے اصولوں کی پاسبانی کرنی ہے۔“
- (تصور پاکستان، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد)

### پاکستان کے بارے علامہ اقبال کے افکار:

قائد اعظم کی طرح علامہ محمد اقبال کے ذہن میں پاکستان کا جو نقشہ تھا اس میں اسلام کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ چنانچہ

29 دسمبر 1930ء کو الہ آباد میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں خطبہٴ صدارت پیش کرتے ہوئے فرمایا: ”برصغیر ہندوستان میں بھانت بھانت کے لوگ اور مختلف مذاہب کے ماننے والے بستے ہیں چنانچہ مسلمان اپنے لیے مسلم انڈیا کے قیام کے مطالبے میں پورے پورے حق بجانب ہیں۔“

(Speeches and Statements Of Iqbal. Page 12)

28 مئی 1937ء کو علامہ اقبال نے قائد اعظم کو تفصیلی خط لکھا جس میں انہوں نے کہا کہ ”ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے قانون اور اسلامی شریعت میں اس مسئلے کا حل خود موجود ہے مگر شریعت کے نفاذ اور ترقی کے لیے ہندوستان میں ایک آزاد مسلم ریاست یا ریاستوں کے قیام کی ضرورت ہے۔“

(letters of Iqbal to Jinnah)

### قرارداد مقاصد:

پاکستان بن جانے کے بعد دستور سازی اسمبلی نے ایک قرارداد منظور کی

جسے ”قرارداد مقاصد“ کہا جاتا ہے۔ اسے پاکستان کے دستور میں بنیادی حیثیت ہے۔  
قرارداد مقاصد کا متن:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے، اور اسی نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو اختیارِ حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لیے نیابتاً عطا فرمایا ہے، اور چونکہ یہ اختیارِ حکمرانی ایک مقدس امانت ہے۔

لہذا جمہور پاکستان کی نمائندہ یہ مجلس دستور ساز فیصلہ کرتی ہے، کہ آزاد اور خود مختار مملکت پاکستان کے لیے ایک دستور مرتب کیا جائے۔

• جس کی رو سے مملکت تمام حقوق و اختیاراتِ حکمرانی، عوام کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے۔

• جس میں اصول جمہوریت و حریت، مساوات و رواداری اور سماجی عدل کو، جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے، پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے۔

• جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے، کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر، اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق جو قرآن مجید اور سنت رسول میں متعین ہیں، ترتیب دے سکیں۔

• جس کی رو سے اس امر کا قرار واقعی انتظام کیا جائے، کہ اقلیتیں آزادی کے ساتھ اپنے مذہبوں پر عقیدہ رکھ سکیں، اور ان پر عمل کر سکیں، اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں۔

• جسکی رو سے وہ علاقے جو اب پاکستان میں داخل ہیں یا شامل ہو گئے ہیں، اور ایسے

دیگر علاقے جو آئندہ پاکستان میں داخل یا شامل ہو جائیں ایک وفاق بنائیں، جس کے ارکان مقرر کردہ حدود اربعہ و متعینہ اختیارات کے ماتحت خود مختار ہوں۔

• جس کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے، اور ان حقوق میں قانون و اخلاق عامہ کے ماتحت مساوات، حیثیت و مواقع، قانون کی نظر میں برابری، سماجی، اقتصادی اور سیاسی عدل، اظہار خیال، عقیدہ، دین، عبادت اور ارتباط [میل جول اور باہمی تعلق] کی آزادی شامل ہو۔

• جس کی رو سے اقلیتوں اور پس ماندہ و پست طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کا قرار واقعی انتظام کیا جائے۔

• جس کی رو سے عدلیہ کی آزادی مکمل طور پر محفوظ ہو۔

• جس کی رو سے وفاق کے علاقوں کی حفاظت، اس کی آزادی اور اس کے جملہ حقوق کا جن میں اس کے بروجہ اور فضا پر سیادت کے حقوق شامل ہیں، تحفظ کیا جائے۔

• تاکہ اہل پاکستان فلاح اور خوش حالی کی زندگی بسر کر سکیں، اور اقوام عالم کی صف میں اپنا جائز اور ممتاز مقام حاصل کر سکیں، اور امن عالم کے قیام اور بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود میں کما حقہ اضافہ کر سکیں۔

### قرارداد مقاصد کے ضمن میں:

اس قرارداد مقاصد کے ضمن میں ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ

• ہمارے ملک پاکستان کے دستور کی بنیاد ”قرارداد مقاصد“ پر ہے جس میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت مطلقہ کو تسلیم کر کے قرآن و سنت کی حدود میں رہتے ہوئے عوام کے منتخب نمائندوں کو یہ منصب سونپا گیا ہے کہ وہ ملک کا نظام اسی کے مطابق چلائیں۔ اس لیے عوامی نمائندوں کو ہر سطح پر اس دستور کی پاسداری



- کرنا ضروری ہے تاکہ پاکستان کے حصول و قیام کے مقاصد کی تکمیل ہو سکے۔
  - دستور میں یہ بات طے شدہ ہے کہ اس آزاد اسلامی ریاست (پاکستان) کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔
  - اس میں اٹل حقیقت کے طور پر یہ بات بھی موجود ہے کہ یہاں قرآن و سنت کے منافی قوانین نافذ نہیں کیے جاسکتے بلکہ تمام قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالنے کا عہد بھی اس میں کیا گیا ہے۔
  - مروجہ قوانین کی اسلامی حیثیت کے تعین کے لیے وفاقی شرعی عدالت اور اسلامی نظریاتی کونسل یہ دو دستوری ادارے اپنا اپنا کام کر رہے ہیں۔ مذکورہ اداروں کی حیثیت کو بے حیثیت کرنے والے افراد اور ان کی سوچ کی ہر پلیٹ فارم پر حوصلہ شکنی کی جائے تاکہ عوام میں قرارداد مقاصد کی اہمیت برقرار رہے۔
  - قرارداد مقاصد کے مطابق ملکی فیصلے کرنے سے پاکستان کا آئینی تشخص بین الاقوامی دنیا میں مثالی اور قابل تقلید بن جائے گا۔
  - اس قرارداد میں اہلیان وطن کے عوامی، سماجی، سیاسی، معاشرتی اور مذہبی مسائل کے حل کی صلاحیت موجود ہے۔ لہذا اس کے حقیقی تقاضوں پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کے لیے سنجیدہ اقدامات کی ضرورت ہے۔
- پھر کبھی سہی:

تاریخ میں تحریک آزادی پاکستان کا عرصہ مسلمانان برصغیر پر کڑی آزمائش کے طور پر گزرا۔ اہل حق علماء کی شبانہ روز محنتوں میں پہلے سے کہیں زیادہ اضافہ ہوا۔ قوم میں شعور آزادی اور جذبہ قربانی پیدا کرنے کے لیے قائد اعظم کے دست بازو بن کر علمائے دیوبند نے مخلصانہ، مدبرانہ اور قائدانہ کردار ادا کیا۔ اس کا نتیجہ 27 ویں

رمضان بروز جمعۃ المبارک 14 اگست 1947ء کو پاکستان کی صورت میں ظاہر ہوا۔ تاریخ کا یہ باب بہت اندوہناک بھی ہے اور طویل بھی۔ جس کی تاریخی داستان ان شاء اللہ پھر کبھی سہی۔

جمعۃ الوداع 27 ویں رمضان 14 اگست 1947ء:

چنانچہ منشی عبدالرحمان اس حقیقت کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں کہ ”جب 27 رمضان المبارک یعنی 14 اگست 1947ء بروز جمعۃ المبارک جشن پاکستان منایا جانے لگا تو ملک کی سب سے بڑی مقتدر ہستی یعنی قائد اعظم محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان نے علماء ربانی کی تاریخی خدمات کے اعتراف کے طور پر پاکستان کے پرچم کشائی کا اعزاز علامہ شبیر احمد عثمانی اور مولانا ظفر احمد عثمانی کو بخشا۔ کراچی میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اور ڈھاکہ میں مولانا ظفر احمد عثمانی نے تلاوت قرآن مجید اور مختصر تقریر کے بعد اپنے متبرک ہاتھوں سے آزاد پاکستان کا پرچم آزاد فضا میں لہرا کر دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کو اسلامی ممالک کی برادری میں شامل کرنے کی رسم کا افتتاح کیا۔ پاکستانی فوجوں نے پرچم پاکستان کو پہلی سلامی دی اور سب نے مل کر یہ ترانہ گایا:

”اونچا رہے نشان ہمارا“

اور دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اسلامی سلطنت کے قیام کی جو آواز سب سے پہلے جون 1928ء میں دربار اشرفیہ سے بلند ہوئی تھی اس کے خدام نے اگست 1947ء میں اس کی رسم افتتاح ادا کی۔“

(تعمیر پاکستان، منشی عبدالرحمان ص 136)

حصول وطن کے مقاصد کو سنجیدگی سے دیکھا جائے اور بنیان پاکستان کے افکار کو اگر قریب سے دیکھا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ وہ سب مل کر

ایک آزاد، خود مختار اسلامی، نظریاتی، فلاحی اور مثالی ریاست کے خواہاں تھے۔ جس کے لیے ان سب نے مل کر عزم و ہمت اور کامیابی کی ایسی لازوال داستان رقم کی کہ تاقیامت پاکستان میں پیدا ہونے والا ہر فرد ان کا احسان مند، مشکور و ممنون رہے گا۔

دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے نقشے پر ایک آزاد اسلامی جمہوری نظریاتی فلاحی مملکت پاکستان کی صورت میں بن کر ابھری، جس کے حصول اور قیام کیلئے مسلمانان برصغیر نے قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں ایک طویل اسلامی، سیاسی و جمہوری حقوق کی جنگ لڑی، یہ اُن نیک جذبوں اور پاکیزہ آرزوؤں کی انمٹ تاریخ ہے جہاں برصغیر کی کئی صدیوں پر محیط ظلمت شب کا سینہ چیر کر آزادی کا سورج طلوع ہوا۔

### مدینہ طیبہ اور پاکستان:

اسلام کی 1400 سالہ تاریخ اس بات کی چشم دید گواہ ہے کہ مدینہ طیبہ کے بعد پاکستان دوسری ریاست ہے جو اسلام کے نام پر معرض وجود میں آئی۔ مدینہ طیبہ کے اسلامی ریاست بننے کے وقت حالات کی جو سنگینی چل رہی تھی قیام پاکستان کے وقت بھی اس سے ملتی جلتی صورتحال بن چکی تھی۔

- مدینہ طیبہ کو اس وقت کے بت پرستوں سے خطرہ تھا اور ان بت پرستوں کی پشت پناہی یہود کر رہے تھے۔ پاکستان کو بھی بت پرست ہندوؤں سے خطرہ رہتا ہے اور انڈیا کی امداد اس وقت کے یہودی اسرائیلی کر رہے ہیں۔
- مدینہ طیبہ سے پوری دنیا میں اسلام کا پیغام پھیل رہا تھا آج پاکستان سے بھی پوری دنیا میں دین پھیل رہا ہے۔
- مدینہ طیبہ میں امن کو بنیادی حیثیت حاصل تھی لیکن بعض فساد عناصر نے امن تباہ کرنے کی کوششیں کیں اسی طرح پاکستان بھی جائے امن ہے اس میں

بھی بعض فسادى عناصر تخریب كاری كرنے كى كوشش ميں لگے ہوئے هيں۔ جسے  
مدینہ طیبہ اللہ كى حفاظت ميں ہے ایسے ہی پاکستان بھی اللہ كى حفاظت ميں ہے۔  
• جیسے مدینہ كے امن كو تباہ كرنے والے كچل دیے گئے ایسے ہی پاکستان كے امن كو  
برباد كرنے والے كچل دیے جائیں گے۔

### دل كى بات:

ميں عقائد اسلاميہ اور مسلک اہل السنّت والجماعت كى اشاعت و تحفظ كے  
ليے تقريباً 17 ملكوں كا سفر كر چكا ہوں۔ مير اذاتى مشاہدہ یہ ہے كہ پورى دنيا ميں پاکستان  
كى مثال نہيں پائی جاتى۔ باقى ممالك قوميت اور لسانيت كى بنياد پر معرض وجود ميں آئے  
ليكن یہ وطن اسلام كى بنياد پر وجود ميں آيا۔ يہاں دنيا كى ہر نعمت وافر مقدار ميں پائی  
جاتى ہے۔

❖ سينيٹ اور قومی و صوبائی اسمبليوں ميں (سوائے چند لوگوں كے) مجموعى طور پر  
محب وطن، مخلص عوام كے نمائندے عوام كى خدمت ميں مصروف عمل هيں۔  
❖ پاکستان واحد اسلامى ايٹھى قوت ہے، جديد ترين ميزائل اس نے بنا ليے  
هيں۔ نيوكليئر ٹيكنالوجى ميں ديگر ممالك كے مقابلے ميں بہت آگے ہے۔

❖ يہاں كى برى، بحرى اور فضائى افواج دنيا ميں اپنى نظير نہيں ركھتى۔  
❖ ملك سے فرقہ وارانہ تشدد، دہشت گردى اور تخریب كاری كو كچلنے ميں موجودہ  
آرمى چيف جنرل راحيل شريف كى كاوشين قابل تقليد و لائق تحسین هيں۔ اور  
اہليان پاکستان كے ليے قابل فخر هيں۔

❖ ملك ميں ٹارگٹ كلنگ، بھتہ مافيا، غنڈہ گردى كو كيفر كردار تك پہنچانے ميں پاك  
فوج دلى مباركباد كى مستحق ہے۔

❖ اسلامی ممالک کے عسکری اتحاد میں پاک فوج کی شمولیت بین الاقوامی دھارے میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔

❖ حرمین شریفین کے تحفظ کے لیے پاک فوج کا بے لوث تعاون باعث افتخار ہے۔

❖ حساس ادارے، ایجنسیاں ملکی سالمیت و استحکام میں جان کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرتیں۔

❖ ملک دشمن قوتوں کے شروفساد سے اہلیان پاکستان کی حفاظت کرنا ISI کا طغرہ امتیاز ہے۔

❖ کراچی بندرگاہ کمرشل اور فوجی نقطہ نگاہ سے برصغیر کی محفوظ ترین بندرگاہ تصور کی جاتی ہے۔

❖ گوادر بندرگاہ اور اقتصادی راہداری کا منصوبہ اور اس پر برق رفتاری سے کام مدبرانہ سیاست اور مضبوط عسکری قیادت کی بدولت ہے۔

❖ مجموعی طور پر دینی و عصری تعلیمی اداروں کی حالت کافی اطمینان بخش ہے جہالت کے خاتمے کے ساتھ ساتھ نئی نسل میں تعلیم کی وراثت منتقل کر رہے ہیں۔

❖ تاجر برادری پوری دنیا میں اپنی ممتاز حیثیت رکھتی ہے اور ملک کی معیشت و اقتصادی عمل کو مزید مضبوط کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہی ہے۔

❖ یہاں کی زرخیز زمین نے زمیندار طبقے کو خوشحال بنایا ہوا ہے۔ یہ ملک اجناس (گندم، چاول، چنا، دالیں وغیرہ) کے حوالے سے نہ صرف یہ کہ خود کفیل ہے بلکہ بیرون ملک کی برآمدات میں بھی مسلسل اضافے کا باعث بن رہا ہے۔

❖ یہاں کے علماء حق عوام میں دینی شعور، فکری تربیت اور اخلاقی اقدار کو مزید مستحکم کر رہے ہیں۔

- ❖ دینی تعلیم کے فروغ کے لیے پاکستان میں جامعات اپنی مثال آپ ہیں۔
- ❖ پانی کی ہر قسمی ضروریات کے لیے یہاں بڑے بڑے پانچ دریا بہتے ہیں۔ سمندر بھی موجود ہے، بے مثال نہری نظام اور نظام آبپاشی بھی پاکستان میں موجود ہے۔
- ❖ معدنیات اور قدرتی ذخائر بھی قدرت نے بے بہا عطا فرمائے ہیں۔ نمک، کونک، آئل، گیس اور دیگر معدنیات یہاں کی زمین اُگل رہی ہے۔

### سبز ہلالی پرچم لہرائیے!:

دنیا بھر کی اقوام اپنے وطن سے محبت کرتی ہیں اور کرنی بھی چاہیے۔ اسی طرح پاکستانی قوم بھی اپنے وطن سے محبت کرتی ہے، محبت کا اصل مقتضاء تو یہ ہے کہ اس کی تعمیر و ترقی میں اپنی صلاحیتیں کھپادی جائیں۔ اس کا نام روشن کرنے اور دیگر ممالک کے مقابلے میں پر امن، خوشحال، ترقی یافتہ بنانے میں ہر پاکستانی شہری اپنا کردار ادا کرے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دنیا کی ہر قوم اپنے ملکی پرچم کو قدر اور احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور دیکھنا بھی چاہیے۔ ہمیں بھی سبز ہلالی پرچم کی عظمت کو سمجھنا ہوگا۔ یہ پرچم دیگر ممالک کی طرح محض پرچم ہی نہیں بلکہ اس سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کا تشخص ابھر رہا ہے۔ یعنی اسلام اور وطن دونوں کی عظمت کا علم ہے۔

اس لیے ہمیں اپنے تعلیمی ادارے، تجارتی مراکز، گھروں اور دفاتر وغیرہ پر سبز ہلالی پرچم لہرانا چاہیے بالخصوص یوم آزادی کے موقع پر اس کا بھرپور اہتمام کرنا چاہیے تاکہ اہلیان پاکستان کا ساری دنیا تک یہ پیغام پہنچے کہ ہم محب وطن ہیں۔ ہم اس کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدات کی رکھوالی کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دینے کو تیار ہیں۔

## مرکز اہل سنت میں پرچم کشائی:

اس حوالے سے قرآن، سنت اور فقہ کی اشاعت و تحفظ کے عالمی ادارے مرکز اہل سنت والجماعت 87 جنوبی سرگودھا میں اس کا بھرپور اہتمام کیا جاتا ہے۔ یوم آزادی پر مرکز اہل سنت والجماعت میں پرچم کشائی کی تقریب کا جبکہ استحکام پاکستان کے نام سے پُر وقار سیمینار کا بھرپور انعقاد کیا جاتا ہے۔ جس میں تلاوت، نعت، ملی نغمے، قومی ترانہ اور پاکستان کے استحکام و سالمیت کے عنوان پر پُر مغز بیان ہوتا ہے۔ اس کے بعد مرکز سے سرگودھا شہر تک استحکام پاکستان ریلی نکالی جاتی ہے۔ آخر میں پاکستان کے استحکام کے لیے خوب دعائیں کی جاتی ہیں۔

## درد مندانہ اپیل:

میری تمام پاکستانیوں سے درد مندانہ اپیل ہے کہ ملکی ترقی و استحکام کے لیے تمام تر اختلافات بھلا کر اس پرچم کے سائے تلے ایک ہو جائیں۔ یہ ملک اللہ کریم کا انعام، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان، علمائے حق کا احسان، قائد اعظم اور اقبال کی دلی امنگوں کا ترجمان اور مسلمانان برصغیر کی قربانیوں کی عظیم داستان ہے۔ اس کو دہشت گردی، فرقہ واریت اور تخریب کاری سے محفوظ بنانے کیلئے یک دل اور یکجا ہو جائیے۔ آئیے عزم کریں کہ جیسے ہمارے آباؤ اجداد نے قربانیاں دے کر پاکستان بنایا تھا ویسے ہم قربانیاں دے کر پاکستان بچائیں گے۔

اسلام	زندہ	باد
پاکستان	پائندہ	باد

## اساتذہ کرام کے اوصاف سیرت طیبہ کی روشنی میں

فاروق طاہر

کسی بھی معاشرے میں استاد کا مقام نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ استاد دانشمندانہ روایات کی منتقلی اور تہذیب کے چراغوں کو روشن کرتا ہے۔ تعلیم کی جدید کاری و تعمیر میں سب سے اہم کردار استاد کا ہوتا ہے۔

تعلیمی عمل میں استاد محور ہوتا ہے جس کے ارد گرد تمام تعلیمی نظام گردش کرتا ہے۔ استاد کی تعلیمی لیاقت، ذاتی اوصاف اور اس کو تربیت فراہم کرنے والے ادارے اور معاشرے میں پسندیدہ اقدار کے منتقلی میں ایک طاقتور ذریعہ کا کردار انجام دیتے ہیں۔

اساتذہ کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ بچوں کی پوشیدہ صلاحیتوں کا جائزہ لیتے ہوئے ان کو بہتر طریقہ سے پروان چڑھائیں زندگی سے مختلف پیشے جڑے ہوتے ہیں جن سے مختلف پیشہ وارانہ افراد تعلق رکھتے ہیں ڈاکٹری کا پیشہ عوامی صحت سے تعلق رکھتا ہے، جبکہ انجینئر کا تعلق تعمیری پہلو سے منسلک ہوتا ہے جہاں ایک انجینئر سڑکوں، پل، ڈیم اور گھروں کی تعمیر کی ذریعہ سماج کی تعمیری ضروریات پر توجہ مرکوز کرتا ہے اور عوامی راحت اور سہولتوں کی فراہمی میں پیش پیش رہتے ہیں وہیں ڈاکٹر عوامی زندگی کی طوالت کو یقینی بنانے میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ پیشے بیشک سماج کے لئے نہایت ہی کارآمد ہیں لیکن یہ انسانی زندگی کے محدود شعبوں تک محدود ہوتے ہیں۔

جب کہ پیشہ تدریس انسان کی جسمانی، معاشرتی، ذہنی اخلاقی، روحانی،



جمالیت اور ہمہ گیر فروغ میں اہم کردار انجام دیتا ہے جس کی وجہ سے پیشہ تدریس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے چونکہ ایک استاد پیشہ تدریس میں ایک قائدانہ کردار کا حامل ہوتا ہے اسی لئے اس سے چند توقعات بھی وابستہ کی جاتی ہیں کہ وہ تعلیمی اغراض و مقاصد پر کامل دسترس کا حامل و عامل ہوتا کہ ہر حال میں پیشہ کا تقدس برقرار رہ سکے۔ صرف کسی بھی پیشہ کا انتخاب کر لینے اور اس کی تربیت کے حصول کے ذریعہ سے ایک قابل استاد کی تیاری ممکن نہیں ہے چند پسندیدہ شخصی اوصاف اور پیشہ وارانہ مہارت کے امتزاج سے ایک موثر اور کامیاب استاد کو تیار کیا جاسکتا ہے۔ استاد اپنا بیشتر وقت طلباء کی قربت میں گزارتا ہے جس کے نتیجے میں اساتذہ کے رویے، حرکات و سکنات، پسند و ناپسند اور برتاؤ کا طلباء پر گہرا اثر پڑتا ہے۔

اپنے دوستانہ برتاؤ صبر، خاموشی مزاجی کے ذریعے استاد مکرمہ جماعت میں ایک اچھی جذباتی فضاء کو ہموار کرتا ہے۔ ادنیٰ و اعلیٰ لیاقت کے حامل طلباء کے ساتھ مساویانہ تعلیمی منصوبہ بندی اور عمل پیرائی کے ذریعہ سے ایک اچھے استاد کا اندازہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

انسانیت کے چراغوں کو روشن و منور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ طلباء کے فطری محرکات، خواہشات اور رویوں کو شائستہ بنانے کے ساتھ انھیں صحیح سمت پر گامزن کریں۔

طلباء میں یقین و خود اعتمادی کو فروغ دینا کے علاوہ ایک استاد کا فرض اولین ہوتا ہے کہ وہ طلباء میں تخلیقی صلاحیتوں کو نکھارنے کے ساتھ ساتھ ان کی ترقی کی راہوں کو متعین کریں اور طلباء کو مسلسل نئے تعلیمی طریقوں و رجحانات سے روشناس کرتا رہے۔

اساتذہ کے مطلوبہ اوصاف میں علمیت، حس مزاج، باہمی اشتراک، جذبہ خدمت، پیشہ سے دیانت، شخصی جاذبیت، کھلا ذہن، توجیہ و استدلال، قوت ارادی، استقلال، غیر جانبداری، مہذب انداز اور عزت نفس جیسے اوصاف کا پایا جانا نہایت اہم تصور کیا جاتا ہے کیونکہ طلباء پر گہرا اور دیر پا اثر ایک کامیاب استاد کی شخصیت ہی ہوتا ہے۔ ان امور کے علاوہ حقیقت شناسی، نئے تجربات کو کھلے ذہن سے قبول کرنا، نئے تجربات و رجحانات اور اطلاعات کے ذریعہ طلباء میں تعلقات میں ہم آہنگی، اخلاقی اقدار پر منحصر رویے کے ذریعہ طلباء کی کردار سازی اہم ہے۔

اساتذہ کا شمار قوم کے سب سے زیادہ ذہین اور باشعور طبقے میں ہوتا ہے اساتذہ کے فرائض منصبی میں تعمیر قوم، کردار سازی، ترکیہ نفس، قیادت کی تیاری، قیادت کو اعلیٰ نظریات سے متصف کرنا حق و باطل، جائز و ناجائز اور حلال و حرام کا شعور بیدار کرنا بھی شامل ہیں۔ زندہ قومیں اپنا نظام تعلیم اپنے عقائد، افکار اور اپنی تہذیب و کلچر کی روشنی میں ترتیب دیتی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع انسان کے لئے رہبر، ہادی، رہنما اور معلم اعظم بنا کر بھیجا گیا۔ دنیا میں آپ کی بعثت کا مقصد علم و حکمت کی تعلیم کی اشاعت تھا۔ آپ کو علم و حکمت کی تعلیم خود رب ذوالجلال نے دی اور تمام انسانیت کے لئے معلم بنایا۔ آپ کی حیات مبارکہ زندگی کے ہر شعبے میں مقتدا اور رہنما ہے اسی لئے قرآن کہتا ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

رسول اللہ کا اسوہ بہترین نمونہ ہے۔ سیرت طیبہ کے مطالعے سے ایسے پسندیدہ اوصاف کا ہم کو پتہ چلتا ہے جس کے ذریعہ ایک کامیاب، مثالی اور متناسب استاد

کا وجود ابھر کر سامنے آتا ہے جو سیرت طیبہ کی روشنی میں طلباء کی علمی تشنگی کو دور کرنے کے سامان فراہم کرتا ہے۔

موجودہ بیشتر ماہرین تعلیم جن کے نظریات جدید تعلیمی فلسفہ و اصول نفسیات اور درس و تدریس کے اساس مانے جاتے ہیں سیرت رسول کے مطالعے سے یہ خوش گوار انکشاف ہوتا ہے کہ یہ سب کے سب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نظریہ تعلیم و تعلم کے خوشہ چیں ہیں۔

اكتساب کے عمل میں استاد کا نرم و شیریں لہجہ اور مشفق رویہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی تکلم فرماتے آپ کا لہجہ نہایت ہی شیریں اور ملائم ہوتا اور آپ کی تعلیم سامعین کی دلوں پر راست اثر کرتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بھی نرم اور شفیق بننے کی تلقین فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ تعلیم کو آسان کرو اور لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالو۔

آج کا سائنسی طریقہ تعلیم بھی اسی بصیرت افروز نکتہ کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ ایک معلم آسان سے مشکل کی طرف پیش قدمی کرے۔ سیرت طیبہ ایک کامیاب استاد کے لئے لازمی قرار دیتی ہے کہ

”وہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر تعلیم کے کام کو انجام دیں تاکہ طلباء کو پوری بات با آسانی سمجھ میں آسکے اور اس کو سبق کے استحضار میں سہولت ہو“

کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بات کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے بات کو دو یا تین بار دہرایا کرتے تھے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی گفتگو فرماتے تو درمیان میں وقفہ فرماتے اور بات کو کھول کھول کر

بیان کرتے تاکہ وہ بات سننے والے کے ذہن میں اتر جائے۔

ایک مثالی استاد کی گفتگو فصاحت و بلاغت سے لبریز ہونی چاہیے موضوع کی مکمل تفہیم کے لئے الفاظ کا انتخاب، چھوٹے جملوں کے علاوہ جملوں کی خاص ترکیب طالب علم کسی بھی الجھن اور مغالطے محفوظ رہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عرب "افصح العرب" کہتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کی تاثیر کا قائل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع الکلم سے نوازا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے سے بڑے موضوع کو نہایت مختصر آسان جملوں میں مکمل کر دیتے تھے جیسے سمندر کو کوزے میں بند کیا جاتا ہے۔

موثر اور کامیاب تدریس کے لئے ایک استاد کو چاہیے کہ سرکار کے اسوہ سے فیض حاصل کرے۔ اپنی لسانی صلاحیتوں کی بناء پر ادق سے ادق مضامین کو سہل اور دلچسپ بنا کر طلباء کو پیش کریں۔

اکثر اساتذہ مناسب اور بہتر لسانی صلاحیتوں سے عاری ہونے کی وجہ سے موثر تدریس کی انجام دہی میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ ایک کامیاب اور مثالی استاد کے لئے لازمی ہے کہ وہ زبان کی فنی باریکیوں اور اس کی بنیادی مبادیات سے واقف ہوں تاکہ وہ طلباء کو فوری اکتساب کے عمل کی جانب راغب کر سکے۔

سبق کی کامیاب منصوبہ بندی اور تدریس کے لئے ضروری ہے کہ معلم طلباء کی ذہنی صلاحیت و استعداد کا خیال رکھے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب کی ذہنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق اس کو نصیحت فرماتے تھے۔

ایک صحابی کا واقعہ اس ضمن میں بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ نفس مضمون کو وضاحت حاصل ہو سکے۔ ایک صحابی نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

سلم میں بہت زیادہ گناہوں میں گرفتار ہوں اور میرا ان سے پیچھا چھوڑنا بھی مشکل نظر آتا ہے۔ اگر آپ کہیں تو میں صرف ایک برائی کو چھوڑ سکتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ان سے سچ بولنے کا وعدہ لیا اور ان کی ذہنی اور نفسیاتی کیفیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا کہ ٹھیک ہے تم صرف جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ صحابی رسول نے جب جھوٹ سے اعراض کر لیا تو باقی خرابیاں از خود ختم ہو گئیں۔

ایک معلم کو چاہیے کہ وہ درس و تدریس کے دوران طلباء کی ذہنی استعداد اور صلاحیتوں کو پیش نظر رکھیں اور تدریسی عمل کو حکمت و دانائی سے متصف کرے۔ ایک کامیاب استاد اپنی تدریس کو مثالوں کے ذریعہ دلکش اور دلچسپ بناتا ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو اکثر مثالوں کے ذریعہ تعلیم دیتے تھے۔

ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ میری بیوی کو سیاہ بچہ تولد ہوا ہے جبکہ ماں اور باپ دونوں بھی سفید فام ہیں پھر بھی یہ لڑکا سیاہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع کی نازکت کا جائزہ لیتے ہوئے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا ہاں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا کہ کیا ان میں کوئی سیاہی مائل اونٹ بھی ہیں۔ اس نے کہا کہ ہاں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سوال کیا کہ وہ سیاہی مائل اونٹ سرخ اونٹوں میں کہاں سے آگیا۔ اس نے کہا ہو سکتا ہے کہ اس کی نسل میں کوئی اس رنگ کا رہا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بچہ بھی تمہارے اصل نسب کے اثر سے ہی سیاہ ہوا ہے۔

کار نبوت سے وابستہ افراد یعنی کے اساتذہ کو چاہیے کہ وہ طلباء کے سوالات کا تحمل سے سامنا کریں اور بہت ہی تحمل صبر اور دانش مندی سے طلباء کے سوالات کے جوابات دیں ان کو مذاق اور اپنے عتاب کا نشانہ نہ بنائیں۔

دنیا کی سب سے معظم و برگزیدہ شخصیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہو کر زنا کی اجازت طلب کرتا ہے۔ قربان جائیے معلم انسانیت پر کہ آپ کی پیشانی پر کوئی شکن تک نہیں ابھری اور آپ نے بڑے صبر و تحمل سے فرمایا کہ کیا تم اجازت دے سکتے ہو کہ کوئی شخص تمہاری ماں، بہن، بیوی یا بیٹی سے زنا کرے اس نے کہا کہ ہر گز میں اجازت نہیں دے سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کسی خاتون سے وہ منہ کالا کرے گا وہ بھی کسی کی ماں، بہن، بیوی یا بیٹی ہے اسی لئے تم اپنے آپ کو اس گناہ سے روک لو۔

گناہ کی رغبت رکھنے والا آپ کی تعلیم کے نتیجے میں زنا جیسے خبیث گناہ سے نفرت کرنے لگتا ہے۔

دعویٰ داران علوم نبوت کو چاہیے کہ وہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کو اپنی تدریسی اور تعلیمی کاز میں بروئے کار لائیں اور طلباء کے اوٹ پٹانگ اور معصوم سوالات پر مشتعل نہ ہوں اور ان کو تشدد اور تمسخر کا نشانہ نہ بنائیں اور اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کریں اور طلباء کی صحیح رہبری کریں اور دل آزاری سے اجتناب کریں۔

دل آزاری سے پرہیز لازمی ہے کیونکہ دل آزاری کے باعث طلباء ڈھیٹ اور گستاخ بن جاتے ہیں۔

آپ ﷺ کو جب کوئی بات یا فعل ناگوار گذرتی تو آپ ﷺ ناگوار بات کہنے والے شخص کا نام لیے بغیر فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسا کام کرتے ہیں اور فرماتے کہ وہ بہت ہی اچھا آدمی ہے اگر یہ کام چھوڑ دے۔

آپ ﷺ کے اس عمل سے اساتذہ کو درس ملتا ہے کہ وہ ناگوار حالات و واقعات پر برائے راست تنقید سے پرہیز کریں اور سنت نبوی کی روشنی میں بالواسطہ

نصیحت کریں۔

ایک کامیاب معلم طلباء میں نہ صرف حصول علم کا شوق پیدا کرتا ہے بلکہ درس سے پہلے طلباء کو حصول علم کے لئے آمادہ بھی کرتا ہے۔ درس کے درمیان مختصر وقفہ بھی دیں تاکہ طلباء بوریٹ و اکٹاہٹ کا شکار نہ ہوں آپ ﷺ صحابہ کو ایک دن کے ناغے سے واعظ و نصیحت فرماتے تھے تاکہ وہ اکٹاہٹ اور بوریٹ سے محفوظ رہیں۔ سیرت طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ترغیب و دلچسپی کے لئے تعلیم سے قبل مختلف سوالات کے ذریعہ مناسب ماحول اور فضاء پیدا کرتے تھے مثلاً مفلس کون ہے؟ یا پہلو ان کون ہوتا ہے؟ یا وہ کون سا درخت ہے جو بہت ہی مبارک ہے؟ وغیرہ۔

ان تعلیمات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ معلم اپنے درس سے قبل تعلیمی ماحول و فضاء کو ہموار کرنے کے ساتھ طلباء میں محرکہ پیدا کرے اور ان کو ترغیب دیں پھر درس و تدریس کا آغاز کریں۔ بیشتر ماہرین تعلیم اس نظریہ کے قائل ہیں کہ بغیر ترغیب و محرکہ پیدا کئے موثر تدریس ناممکن ہے۔

استاد چھوٹے چھوٹے سوالات کے ذریعہ بڑی بڑی حقیقتوں کو طلباء سے روشناس کر سکتا ہے۔ اساتذہ کے لئے لازمی ہے کہ وہ فکر و تدبر سے لیس ہوں اور طلباء میں بھی اس کو فروغ دیں وہ علم لا حاصل ہے جو فکر و تدبر کو پروان نہ چڑھاسکے۔ آپ ﷺ قدرت کی کاری گری پر غور و فکر کرنے اور اس کی حکمت پر تدبر کرنے کی تلقین کرتے تھے۔

چند فرامین نبوی ملاحظہ ہوں: آپ ﷺ نے فرمایا

"ایک گھڑی کا تفکر ساری رات کی عبادت سے بہتر ہے۔"

ایک عالم کو ایک عابد پر وہی فضیلت حاصل ہے جو چودھویں کے چاند کو دیگر

ستاروں پر۔"

"ایک فقیہ شیطان کے لئے ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔"

آپ ﷺ کے مذکورہ احادیث کی روشنی میں اساتذہ طلباء میں غور و فکر کو پروان چڑھائیں کیونکہ فکر و تدبیر ہی وہ عمل ہے جس کے ذریعہ کائنات کے اسرار کو فاش کیا جاسکتا ہے۔ ایک کامیاب معلم کے لئے ضروری ہے کہ اس کے علم و عمل میں موافقت ہو۔

یہ ایک ابدی حقیقت ہے کہ علم عمل کے بغیر بیکار ہے اعمال صالحہ کے بغیر ایمان موثر نہیں ہوتا ہے اسی لئے ایک استاد کو چاہیے کہ وہ طلباء کے سامنے اپنا عملی نمونہ پیش کریں اور جو بھی پسند و نصیحت کرے اس پر پہلے خود عمل کرے تاکہ نصیحت تاثیر سے خالی نہ ہو۔

علم و عمل اور قول و فعل کا تضاد انسان کے لئے بڑی تباہی کا باعث ہوتا ہے آج دنیا اسی کی وجہ سے تخریب اور تباہی کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔

انسان نے جدید علوم کے سہارے آسمانوں میں پرندوں کی طرح اڑنا اور ر سمندروں میں مچھلیوں کی طرح تیرنا تو سیکھ لیا ہے لیکن ایک انسان کی طرح مروت اور اخلاقی زندگی گزارنے سے عاجز ہے۔

درس و تدریس سے وابستہ افراد کے لئے ضروری ہے کہ وہ علوم نافع کی طلباء کو ترغیب دیں کیونکہ فرمان نبوی ﷺ ہے وہ علم جس سے نفع حاصل نہ کیا جائے وہ غیر مدفون خزانے کی مانند ہے۔

علم نافع سے مراد وہ علم ہے جو انسان کو اللہ کی خوشنودی کا خوگر کر دے اور



شریعت کا تابع بنانے کے ساتھ رضائے الہی کے مطابق اس کو انسانیت کی خدمت کے لئے وقف کر دے۔ غیر نافع علم سے مراد وہ علم ہے جو انسان کو صرف مادی خواہشات کا پرستار بنادے، دین سے بیزار کر دے اور خود غرضی کا عادی کر دے۔

قرآن نے آپ ﷺ کو بحیثیت معلم انسانیت پیش کرتے ہوئے آپ ﷺ کی بعثت کے چار فرائض بیان کئے ہیں جس میں تزکیہ نفس بھی شامل ہے۔ آپ ﷺ نے بے عمل عالم کو ایسے چراغ سے تشبیہ دی ہے جو لوگوں کو روشنی تو دیتا ہے لیکن خود اندھیرے میں رہتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا روز قیامت لوگوں سے حشر کے میدان میں جو پانچ سوالات پوچھے جائیں گے ان میں علم پر عمل سے متعلق سوال بھی ہو گا کہ انسان نے اپنے علم پر کس حد تک عمل کیا اور اس سے لوگوں کو کیا فائدہ پہنچایا۔ سیرت طیبہ اساتذہ سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ عملی نمونہ کی اعلیٰ مثال پیش کریں۔ عفو در گزر سے کام لیں۔

طلباء میں اولعزمی اور حوصلہ مندی کو پروان چڑھائیں۔

عجز و انکساری سے کام لیں اور اس کی تعلیم دیں۔

درس و تدریس کو مخصوص نہ کریں بلکہ اس کے فیوض کو عام کرے۔

طلباء میں ڈر خوف گھٹن کی کیفیت سدباب کریں۔

طلباء کے سوالات کے اطمینان بخش جواب دیں۔

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان معلمانہ اوصاف حمیدہ سے اساتذہ

متصف ہو کر نہ صرف اپنے فن میں کمال پیدا کر سکتے ہیں بلکہ مجروح انسانیت کے غموں کا مداوا بھی کر سکتے ہیں۔

## اعضائے انسانی کا عطیہ اور خرید و فروخت

مفتی محمد نجیب قاسمی

اگر کسی شخص کے جسم کا کوئی عضو (Part) اس طرح بے کار ہو جائے کہ اس کی جگہ پر کسی دوسرے انسان کا عضو (Part) اس بیمار شخص کے جسم میں نہ لگایا جائے تو طبی اعتبار سے ڈاکٹروں کو یہ یقین ہے کہ مریض کی موت واقع ہو جائے گی۔

غرضیکہ اُس بیمار شخص کی زندگی بچانے کے لئے دوسرے انسان کے عضو (Part) لگانے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔

مثلاً کسی شخص کے دونوں گردے فیل (خراب) ہو گئے ہیں، اور اب طبی اعتبار سے اس کی زندگی بچانے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ دوسرے شخص کا ایک گردہ نکال کر اس بیمار شخص کے لگا دیا جائے، تو کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اسی طرح کسی شخص کا اپنی زندگی میں یہ وصیت کرنا جائز ہے یا نہیں کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے جسم کے زندہ اعضاء نکال کر کسی دوسرے انسان کے جسم میں لگا دیے جائیں۔

ظاہر ہے کہ یہ عصر حاضر کا نیا مسئلہ ہے، اس لئے قرآن و حدیث میں اس مسئلہ کی مکمل وضاحت مذکور نہیں ہے۔ لیکن قرآن و حدیث میں ایسے اصول و ضوابط بیان کئے گئے ہیں، جن کی روشنی میں فقہاء و علماء اجتہاد کر کے اس طرح کے نئے مسائل کا حل پیش کرتے ہیں۔

اس نوعیت کے نئے مسائل کے حل پیش کرنے میں اختلاف کا ہونا بدیہی بات ہے۔ اس مختصر مضمون میں دلائل پر بحث کرنے کے بجائے صرف فقہاء و علماء کی

آراء کے ذکر پر اکتفاء کر رہا ہوں۔ مسئلہ مذکورہ میں فقہاء و علماء کی تین آراء ہیں:

(1) انسان کے کسی عضو کو نکال کر دوسرے انسان کے جسم میں لگانا کسی بھی حال میں جائز نہیں ہے۔

(2) انسان کے کسی عضو کو نکال کر دوسرے انسان کے جسم میں لگانے کی مکمل اجازت ہے۔

(3) تین اہم و بنیادی شرائط کے ساتھ انسان کے اعضاء کی پیوند کاری جائز ہے:

A) جس شخص کے جسم میں دوسرے انسان کا کوئی عضو لگایا جا رہا ہے، اس کی زندگی خطرہ میں ہو، یعنی ڈاکٹروں کو طبی اعتبار سے یہ یقین ہو کہ اگر کسی دوسرے شخص کا عضو نہیں لگایا گیا تو اس شخص کی موت واقع ہو جائے گی۔

B) جس شخص کے عضو کو نکال کر اس بیمار شخص کے جسم میں لگایا جا رہا ہے وہ اپنا عضو (Part) بغیر کسی معاوضہ کے یعنی ہڈے دینے کے لئے تیار ہو۔ مثلاً کس شخص کے دونوں گردے خراب ہو گئے اور اس کا بیٹا یا بیوی یا بھائی اپنے ایک گردہ کو اپنے والد یا شوہر یا بھائی کے لئے بغیر کسی معاوضہ کے دے رہا ہو۔

C) جس شخص کے عضو کو نکالا جا رہا ہے، طبی اعتبار سے اس کی زندگی کو بظاہر کوئی خطرہ نہ ہو۔

انسان کا عضو مثلاً گردہ خرید کر پیوند کاری کرنے پر فقہاء و علماء کی بڑی جماعت اس کے ناجائز ہونے پر متفق ہے، البتہ بعض علماء نے کوئی دوسرا حل نہ نکلنے پر بدرجہ مجبوری کسی انسان کے عضو (Part) مثلاً گردہ کو خرید کر لگانے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ البتہ پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ کسی انسان کا اپنا عضو مثلاً گردہ کا بیچنا

حرام ہے، بلکہ انسانوں کے بنائے ہوئے دنیاوی قوانین میں بھی یہی تحریر ہے کہ انسان کا اپنے عضو کا بیچنا غلط اور غیر قانونی ہے کیونکہ انسانی اعضاء کھلے عام فروخت ہونے پر دوسری بڑی بڑی پریشانیاں دنیا کے سامنے آجائیں گی۔

چنانچہ بعض ممالک میں بعض افراد نے اس نوعیت کے کاروبار سے اربوں کھربوں ڈالر جمع کر لئے ہیں، جس کی تفصیلات انٹرنیٹ پر پڑھی جاسکتی ہیں۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ مسئلہ مذکورہ کے متعلق قرآن وحدیث میں واضح حکم موجود نہ ہونے کی وجہ سے فقہاء و علماء کے درمیان اختلاف کا ہونا بدیہی امر ہے۔ لیکن جن فقہاء و علماء نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے وہ عموماً ہبہ کی شکل میں ہی دیا ہے اور ایسی مجبوری میں دیا ہے کہ اعضاء کی پیوند کاری کے علاوہ زندگی بچانے کا کوئی دوسرا راستہ نہ ہو۔

انسان کے عضو کو خرید کر پیوند کاری کرانے میں عموماً فقہاء و علماء کرام نے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ فقہاء و علماء کو اس بیمار شخص سے مکمل ہمدردی ہونے کے باوجود قرآن وحدیث کی روشنی میں وہ یہی سمجھتے ہیں کہ انسان کے عضو کو خرید کر پیوند کاری جائز نہیں ہے۔ اگرچہ بعض علماء نے بدرجہ مجبوری اجازت دی ہے۔

رہا معاملہ کہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں یہ وصیت کرنا چاہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے زندہ اعضاء کو نکال کر کسی دوسرے انسان کے جسم میں لگادئے جائیں، تو اس نوعیت کی وصیت کے متعلق اکثر علماء کی رائے ہے کہ ایسی وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان اپنے جسم کا خود مالک ہی نہیں ہے کہ وہ اس نوعیت کی وصیت کرے۔ اسی وجہ سے انسان کی خود کشی کرنا حرام ہے۔

نیز انسان کے مرنے کے بعد شریعت اسلامیہ نے مردہ کے ساتھ حتی الامکان نرمی کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے، جبکہ میت کے اعضاء نکالنے میں مکمل چیر پھاڑ کی جاتی ہے۔

نیز میت کے اعضاء کے تبرع کے بعد اعضاء ہسپتال کے مکمل اختیار میں ہو جاتے ہیں، وہ جس کو چاہے لگائیں۔

لوگوں کے تجربات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مرتبہ دوسرے مریض سے اس پر رشوت یا معاوضہ بھی لیا جاتا ہے، اور وارثین کا کوئی اختیار بھی باقی نہیں رہتا ہے۔

اگر کوئی شخص اس نوعیت کی وصیت کر کے مر جائے تو علماء کرام نے تحریر کیا ہے کہ یہ وصیت ناجائز عمل پر مشتمل ہونے کی وجہ سے وارثین پر اس وصیت پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کسی شخص کی زندگی کے آخری اوقات میں ڈاکٹر حضرات وارثین سے یہ کہہ کر کہ اس شخص کی طبی موت ہو چکی ہے، لیکن اس کے بعض اعضاء کام کر رہے ہیں۔

اس شخص کے زندہ اعضاء کو نکالنے کی اجازت طلب کریں تو فقہاء و علماء کرام کا اتفاق ہے کہ مذکورہ بالا اسباب کی وجہ سے وارثین کے لئے اعضاء کو نکالنے کی اجازت دینا جائز نہیں ہے۔

جہاں تک خدمت خلق کا تعلق ہے تو ہم بے شمار طریقوں سے انسانیت کی خدمت کر سکتے ہیں، ہم ایسا طریقہ کیوں اختیار کریں جس کی وجہ سے ہماری آخرت میں پکڑ ہو سکتی ہو۔

## بچوں کو اغوا ہونے سے بچائیے!!

مولانا محمد جہان یعقوب

پہلے ایک معاصر اخبار کی ایک خبر ملاحظہ فرمائیے:

”بچوں کے اغوا کی وارداتوں میں خوفناک حد تک اضافہ ہو گیا۔ لاہور کی ماتحت عدالتوں میں 6 ماہ کے دوران بچوں کے اغوا کے 219 مقدمات پیش کئے گئے۔ 6 ماہ میں اغوا اور لاپتہ بچوں کی تعداد 200 سے تجاوز کر گئی جو گذشتہ شرح سے تین گنا زیادہ ہے۔ راوی روڈ، داتا دربار، بھٹی گیٹ، مغلیہ پورہ اور باغبانپورہ میں سب سے زیادہ بچوں کے اغوا کے واقعات سامنے آئے ہیں۔ صرف راوی روڈ کے علاقے میں 6 ماہ کے دوران 15 بچوں کو اغوا کیا گیا۔ اقبال ٹاؤن ڈویژن سے 19 صدر ڈویژن سے 30، ماڈل ٹاؤن ڈویژن سے 31 بچے اغوا ہوئے جبکہ کینٹ ڈویژن میں سب سے زیادہ 59 بچے اغوا ہوئے۔ سٹی ڈویژن 52 بچوں کے اغوا کے ساتھ دوسرے نمبر پر رہا۔ سول لائن ڈویژن میں سب سے کم 17 بچے اغوا ہوئے۔ 200 زائد اغوا ہونے والے بچوں میں سے صرف 43 بچوں کو بازیاب کرایا جاسکا۔ تھانوں میں بچوں کے اغوا کی 181 ایف آئی آر درج کی گئی، جو کیس عدالتوں میں بھیجے گئے جبکہ باقی کیس شہریوں نے پولیس کی جانب سے ایف آئی آر درج نہ کرنے پر اندراج مقدمہ کے لیے عدالتوں میں درج کرائے۔“

اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے والدین، اساتذہ، رشتہ داروں کو بھی اپنا کردار ادا کرنا چاہیے، تمام ذمے داری پولیس اور اداروں پر ڈالنا اور اپنے حصے کی ذمے داری ادا نہ کرنا کسی طرح بھی مستحسن نہیں۔ آج ہم ماہرین کی بتائی ہوئی چند احتیاطی تدابیر آپ سے شیئر کرتے ہیں، جن پر عمل کر کے اس صورت حال پر کافی حد

تک قابو پایا جاسکتا ہے۔

ہمارے بچوں کو دن کے کم و بیش اوقات میں مندرجہ ذیل مقامات پر کئی وجوہ کی بنا پر آنا جانا پڑتا ہے۔ 1- اسکول، مسجد یا مدرسہ، اکیڈمی، بازار، دوست یا رشتہ داروں کی طرف، پارک یا گرائنڈ میں کھیلنے کیلئے! بچے ان جگہوں میں سے کسی بھی جگہ جائے، اگر احتیاطی تدابیر کی جائیں تو کسی بڑے نقصان سے بچا جاسکتا ہے۔ جب بچے خود اسکول جاتے آتے ہوں تو درج ذیل احتیاطی تدابیر پر عمل کریں: بچے کے کسی ایسے ہم جماعت کو اس کا اسکول جانے آنے والا سنا تھی بنا دیں جو آپ کے پڑوس میں رہتا ہو، بچے کے کلاس انچارج کے ساتھ خصوصی رابطہ رکھیں۔

اگر بچے کو اسکول سے چھٹی کرنی ہے تو اس کی باقاعدہ فون پر یا بذریعہ درخواست کلاس انچارج کو ضرور اطلاع کریں۔ یہ بات بھی خصوصی طور پر اور باقاعدہ ایک انتہائی سنجیدہ معاہدہ کے تحت طے کر لیں کہ اگر بچہ اسکول گیٹ بند ہونے تک اسکول نہ پہنچے تو کلاس انچارج آپ کو گھر پر بغیر کسی تاخیر کے اطلاع دے، تاکہ کسی غیر متوقع واقعہ کی صورت میں آپ فوراً کچھ کر سکیں۔ گھر اور اسکول آنے جانے کے کئی راستے ہوتے ہیں۔

آپ بچوں کو بھی پابند کر دیں کہ وہ پناہنا روٹ طے کر لیں۔ جس کا سب کو علم ہو۔ کسی ایمر جنسی میں سب سے پہلے وہی روٹ چیک کریں، اسکول سے واپسی کے وقت سے بچہ اگر 1 منٹ بھی لیٹ ہوتا ہے تو سب کام چھوڑ کر فوراً مقررہ روٹ سے ہوتے ہوئے اس کی تلاش میں لگ جائیں، بچے کے خاص دوستوں کے بارے میں مختصر لیکن ضروری معلومات آپ کے پاس ہر صورت موجود بلکہ کسی ڈائری میں درج ہوں: مثلاً، دوست کا نام، گھر کا مکمل ایڈریس، فون، والد کا نام، دفتر یا کاروبار کا پتہ،

عہدہ، فون، موبائل وغیرہ، کسی ناگہانی صورت میں آپ کے متوقع مددگار اور قریبی رشتے داروں کی لسٹ بھی آپ کے پاس تحریری صورت میں گھر کسی عام جگہ پر دستیاب ہونی چاہیے۔

بچے کو صرف اسی دوست کے گھر جانے کی اجازت ہو جس گھر کے ہر فرد کے بارے میں آپ مطمئن ہوں۔ بچے سے واپسی کا وقت طے کر کے اسے بھیجیں۔ وہاں پہنچنے پر بچہ یا دوست کے گھر والے آپ کو اطلاع کریں اور واپسی کا جو وقت طے ہے اس پر سختی سے عمل کروائیں۔ دیر کی صورت میں بچے کے دوست کے گھر فوراً رابطہ کریں۔ بچے کی اپنی عمر سے بڑے کسی بھی شخص سے یا کسی لڑکے سے دوستی ہر گز نہ ہونے دیں۔ یہی ہدایات مسجد، اکیڈمی جانے والے بچوں کے سلسلے میں بھی اختیار کریں۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ گھر والے ضرورت کی چیزیں قسطوں میں منگوانے کے عادی ہوتے ہیں یاد رکھیں، جتنی مرتبہ آپ چھوٹے کو باہر بھیجیں گے غیر متوقع صورتحال کا خطرہ بھی اتنا ہی بڑھتا جاتا ہے۔ اس لیے بچے کو بار بار بازار بھیجنے سے گریز کریں۔ اگر بازار گھر سے دور ہے یا راستے میں کوئی بڑی سڑک پڑتی ہے یا چوک آتا ہے تو ایسی صورت میں کوشش کریں کہ بچہ بازار نہ جائے۔

لازم نہیں کہ بچے کے انگوٹھا ہی خطرہ ہوتا ہے، مصروف یا چلتے بازار میں بچے کا خد انخواستہ ایکسیڈنٹ وغیرہ بھی ہو سکتا ہے۔ اگر بچے کو بہ امر مجبوری بازار بھیج ہی دیا ہے تو قرآنی آیات اور دعائیں پڑھتے رہیں اور بچے کی واپسی کے وقت کا اندازہ لگا کر رکھیں۔

دوسری صورت میں فوراً بچے کے پیچھے جائیں۔ بچے کو بھی ہدایت کریں کہ وہ



خود بھی دعائیں وغیرہ پڑھتا رہے اور ادھر ادھر مصروف نہ ہو۔ یہ بات بچے کے ذہن نشین کرادیں کہ دکاندار خواہ کتنا ہی جاننے والا یا تعلق والا ہو اگر یہ کہے کہ آپ کو گودام گھریا فلاں جگہ سے اچھا سودا دے دوں یا فلاں چیز ختم ہے آوہاں سے دے دوں، تو ہر گز ہر گز اس کی بات نہیں ماننی نہ اس کے ساتھ کہیں جانا ہے۔ بلکہ ایسی صورت میں باقی چیزیں بھی چھوڑ کر فوراً گھر آ جانا ہے۔ مشکوک صورت حال میں اگر نقصان ہو رہا ہے تو ہونے دیں لیکن ایسی صورت حال سے فوراً نکلنے کی کوشش کریں۔

پارک میں چونکہ ہر طرح کے لوگ آتے ہیں اس لیے کوشش کریں کہ وہاں آپ کا بچہ آپ کی یا کسی دوسرے بڑے کی ہمراہی میں پارک میں جائے۔ اور مغرب ہونے سے پہلے پہلے ہر صورت واپس آ جائے۔ بچے کو پارک میں خواہ مخواہ دوستیاں نہ بنانے دیں۔ دوست یا عزیزوں کی طرف۔ اگر آپ کا بچہ بار بار ضد کر کے اپنے ایک ہی دوست کی طرف جانے کا زیادہ رجحان رکھتا ہے تو یہ الارمنگ صورت حال ہے۔

دیکھیں کہ:- اس دوست کے گھر میں آپ کے گھر کی نسبت کون سی چیز، سہولت یا کھلونے زیادہ ہیں جو آپ کے بچے کے لیے باعث کشش ہے: وہاں کھیلنے کو میدان یا کھلی جگہ ہے؟ دوست کے پاس کھلونے زیادہ ہیں؟ وہاں DVD یا کیبل سے لطف اندوز ہونے کی آزادی ہے؟ وہاں کھانا پینا کھلا ہے؟ دوست کے والدین آپ کی نسبت آپ کے بچے سے زیادہ پیار کرتے ہیں؟ اگر ان میں سے کوئی ایک چیز زیادہ وہاں موجود ہیں یا نہیں ہیں تو بچے کا بار بار وہاں جانے کا ضد کرنا خالی از علت نہیں ہے! کیونکہ اس صورت میں یا تو بچہ گھر سے باغی ہو گا اور اپنے گھر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے گا کہ وہاں تو اتنا کچھ ہے اور یہاں کچھ بھی نہیں۔ یا اس کا پڑھنے کا قیمتی وقت کھیل میں ضائع ہو گا۔ وہ احساس کمتری میں مبتلا اور کسی اخلاقی برائی کا شکار بھی ہو سکتا ہے، لیکن منع

کرنے کے لیے بچے کے ذہن میں یہ بات ہر گز نہ بٹھائیں کہ وہ امیر لوگ ہیں یا خراب اس لیے ادھر نہ جائیں بلکہ گھر میں ہی اس کو کوئی معقول مصروفیت دیں کہ وہ گھر ہی میں رہنے کو ترجیح دے۔ اپنا وقت دیں۔ خود بچے کے ساتھ وقت نکال کر کھیلیں۔

یہ چیز برائیوں سے بچنے کے ساتھ ساتھ بچے کے اعتماد میں بھی اضافہ کرے گی۔ ہماری ایک خامی یہ بھی ہے کہ ہم نے اپنے بچوں کو بتایا ہی نہیں ہوتا کہ لوگ بچوں کو کس طریقے سے اغوا کرتے ہیں اور اغوا ہونے سے کس طرح بچا جاسکتا ہے؟ ہم والدین کی اکثریت اپنے بچوں کی تعلیمی، جسمانی، روحانی اور کھیل کی بنیادی ضرورتیں بھی پورا نہیں کر پارہی۔ اس لیے بچے زیادہ تر گھر سے باہر رہنے کو ترجیح دیتے ہیں اور اس طرح کوئی ناخوشگوار واقعہ بھی پیش آجاتا ہے۔

والدین اپنے بچے کی تعلیمی مصروفیات کے علاوہ بچے کی بیرونی مصروفیات ان کے دوستوں اور ان کی ہر طرح کی سرگرمیوں سے بہت کم آگاہ ہوتے ہیں۔ اپنے بچوں کو ضروری وقت بھی نہیں دے پارہے ہوتے اور اگر بچہ اپنی کوئی مشکل یا ضرورت بیان بھی کرنا چاہے تو والدین اس کے کچھ کہنے یا اس کی بات پورا کرنے یا سننے سے پہلے ہی اسے جھڑک دیتے ہیں۔ والدین کا یہ رویہ بچوں کی کئی ذہنی اور جسمانی عوارض کی وجہ بھی بنتا ہے۔

اس لیے اپنے بچوں کو کم از کم یہ اعتماد ضرور دیں کہ وہ اپنی ہر بات آپ سے بغیر کسی ڈر خوف کے کہہ سکیں اور اس کام کے لیے اسے کسی خاص دن یا وقت کا انتظار نہ کرنا پڑے۔

ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ آج کل اپنے گرد و پیش پر نظر رکھنے اور آج کل کے حالات بچوں کے ساتھ ڈسکس کرنے سے بھی بچوں کے اغوا کو بڑی حد تک روکا

جاسکتا ہے بلکہ حالات اور ارد گرد سے لاعلمی ہی بچوں کے اغوا کی بڑی وجہ بنتی ہے۔ مندرجہ ذیل امور جو کسی خاص عنوان کے تحت تو نہیں آتے لیکن ان پر غور کرنے اور بیان کردہ احتیاطی تدابیر اختیار کرنے سے بچوں کے اغوا کو بہت حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔ جب بھی بچوں کے ساتھ گھر سے نکلیں تو بچوں کی جیب میں کم از کم اتنے پیسے ضرور ڈالیں کہ وہ رکشہ ٹیکسی یا بس سے گھر واپس پہنچ سکیں۔

بچوں کو یہ بھی بتادیں کہ اگر خدا نخواستہ پیسے نہ بھی ہوں تو رکشہ ٹیکسی لے کر گھر آجائیں۔ پیسے گھر پہنچ کر ادا ہو جائیں گے۔ جب بھی آپ بچوں کے ساتھ واپس گھر آجائیں تو پھر ہر بچے سے پوچھیں کہ ہم کہاں گئے تھے؟ کس طرح گئے تھے! راستے میں کون کون سی معروف جگہیں اور سٹاپ آئے ہیں؟ جو بچہ یہ باتیں اچھی طرح بتائے اسے انعام دیں۔ لیکن باقیوں سے پھر پوچھ کر تمام روٹ ان کے ذہن میں پختہ کر دیں۔ اس طرح کرنے سے بچے کو اپنے ارد گرد کا پتہ بھی چلے گا اور مزید ہوشیار بھی ہو جائے گا۔ وقتاً فوقتاً بچوں کے سامنے ایک غیر متوقع صورتحال یا کوئی ایمر جنسی رکھیں، مثلاً وہ

آپ سے بچھڑ گیا ہے!

کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے!

وہ گھر میں اکیلا ہے!

اس کے چوٹ لگ گئی ہے!

یا اس کا ہاتھ جل گیا ہے! کمرہ لاک ہو گیا ہے! چھوٹے بھائی کے چوٹ لگ گئی ہے یا اسے کسی چیز نے کاٹ لیا ہے! راستے میں اس کے پیسے گم ہو گئے ہیں یا اس کی جیب کٹ گئی ہے وغیرہ وغیرہ! ان تمام صورتوں میں وہ کیا کرے گا؟ جو کچھ بچہ بتائے اس

میں خود ہی اضافہ کر کے بچے کو ہر مشکل صورت سے اچھے طریقے سے نکلنے کا گر بتائیں۔

بچے کو پر اعتماد اور نڈر بنائیں۔ ساتھ ہی اس کو صورتحال کو سمجھنے اور پھر اسی سے نکلنے اور بچنے کے لیے فوری طور پر رد عمل کرنیوالا بنائیں، اور اس چیز کی بچے کو بار بار تربیت دیں۔

ہمسائے میں بچوں کو بار بار اور بے وقت بھیجنے سے پرہیز کریں۔ اور صرف اسی صورت بھیجیں جب آپ کو پورا یقین ہو کہ گھر میں کم از کم دو خواتین موجود ہیں۔ جب بھی سفر وغیرہ پر نکلیں تو بچوں کے ساتھ اچھی طرح شیئر کر لیں کہ

آپ کہاں جا رہے ہیں؟

کن کے گھر جا رہے ہیں؟

ان کا پورا ایڈریس کیا ہے؟

اور یہ کہ ان کے گھر تک کس طرح پہنچیں گے؟

بچے کو اچھی طرح سے سمجھا دیں کہ راستے میں اس نے چوکنا ہو کر آنا جانا ہے، کسی کھیل تماشے میں کھب نہیں جانا۔ اس کے ساتھ ساتھ بچے کی قوت مشاہدہ، قوت فیصلہ کو رد عمل کی صلاحیت کو چیک بھی کرتے رہیں۔

ان ہدایات پر اگر تمام والدین عمل کرنا شروع کر دیں تو ان شاء اللہ بچوں کے اغوا اور تشدد وغیرہ جیسی صورت حال سے بچا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے پھول کلیوں جیسے بچوں کی ہر قسم کے اثرار سے حفاظت فرمائے اور انھیں اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا چین اور قلب کا سرور بنائے رکھے۔

آمین یا رب العالمین

## جمعیت علمائے اسلام کا احتجاجی مظاہرہ

مولانا محمد کلیم اللہ حنفی

پچھلے دنوں مدینۃ الرسول میں روضہ اطہر کے قریب مسکن نبوت کو منہدم کرنے کی ناپاک و ناکام کوشش کی گئی۔ پورا عالم کفر جانتا ہے کہ حریم شریفین تمام اہل اسلام کی عقیدتوں کا مرکز ہیں۔ یہی وہ مقامات ہیں جن سے ساری کائنات میں امن کی خوشبو پھیلی، محبت و اخوت کا فیض عام ہوا، انسان اور انسانیت کی قدریں بلند ہوئیں، رواداری اور مروت کی کرنیں پھوٹیں ہیں۔ اسی روضہ مبارکہ میں وہ نبی رحمت آرام فرماہیں جن کی تعلیمات کا خلاصہ نقطہ امن کے گرد اپنا دائرہ مکمل کرتا ہے۔

جس کی تعلیمات میں دشمن سے بوقت جنگ بھی اعتدال کا درس ملتا ہے۔ دشمن کے ایسے افراد جو جنگ میں حصہ نہیں لے سکتے مثلاً خواتین، بچے، بیمار، زخمی، اندھے، لوہے لنگڑے، معذور و اپاہج، پاگل، مجنون، اور اپنی اپنی عبادت گاہوں کے بے ضرر لوگ وغیرہ۔ احادیث مبارکہ میں ان سے محاربت کی ممانعت موجود ہے۔

غزوہ خیبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن بن عوف کو حکم دیا: لشکر کو نماز کے لیے جمع کرو۔ جب لوگ جمع ہو گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا: تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اہل کتاب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہو جاؤ، ان کی عورتوں کو مارو پیٹو اور ان کے پھل کھا جاؤ حالانکہ جو ان پر واجب تھا، وہ تم کو دے چکے۔ جنگ میں انسانی جسم کی شرافت کی پاسداری کا درس صرف اسلام پیش کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں لوٹ مار اور دشمن کی لاشوں کا مثلہ یعنی اعضاء جسمانی کاٹنے سے، بد عہدی اور دشمن کی بستیوں میں بلاوجہ تباہ کاری کرنے سے روکا

ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سردار کو جنگ پر بھیجتے تو اسے اور اس کی فوج کو خوف خدا کی نصیحت بھی فرماتے اور مزید چند ہدایات دیتے کہ جاؤ سب اللہ کی راہ میں لڑو، اُن لوگوں سے جو اللہ سے کفر کرتے ہیں۔ مگر جنگ میں بد عہدی نہ کرو، غنیمت میں خیانت نہ کرو، مثلاً نہ کرو اور کسی بچے کو قتل نہ کرو۔

جس نبی کی تعلیمات حالت جنگ میں اتنی پر امن ہوں، حالت امن میں کیا کہنے!! لیکن افسوس کا مقام ہے کہ آج اس نبی کے روضہ اطہر کو منہدم کرنے کی سازش کی جا رہی ہے اور سازشی عناصر کی بد امنی کی وارداتوں اور دہشت گردانہ کارروائیوں کی بنیاد سعودی حکومت نے ان پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔ اب وہی عناصر دوسرے ممالک کے راستے اس پاک سر زمین میں داخل ہوتے ہیں اور انسانیت سوز اقدامات کرتے ہیں۔ تمام اہل اسلام بالخصوص اہلیان اسلامی جمہوریہ پاکستان ان کی گھناؤنی سازشوں کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہیں۔ اس حوالے سے اہلیان پاکستان کی سب سے بڑی معتدل و منظم اسلام پسند جماعت جمعیت علماء اسلام کی کال پر ملک بھر میں مدینہ طیبہ پر حملے کے حالیہ واقعات پر احتجاجی مظاہرے ہوئے۔

قائد جمعیت مولانا فضل الرحمان کے حکم پر گزشتہ روز بعد نماز جمعہ تمام چھوٹے بڑے شہروں میں احتجاجی ریلیاں نکالی گئیں۔ قائدین نے میڈیا کے سامنے پوری دنیا کو یہ میسج دیا ہے کہ حریمین پر حملہ ہوا تو ہماری جان مال عزت آبرو۔ سب کچھ 'آبروئے مازنام مصطفیٰ' پر قربان ہے اس سلسلے میں لاہور میں احتجاجی مظاہرے میں شرکت کا موقع ملا۔ جامعہ محمدیہ قاسمیہ والٹن روڈ سے مولانا محمد الیاس گھمن کی زیر قیادت ایک بڑا قافلہ شملہ پہاڑی پریس کلب پہنچا، جس میں مولانا محمد الیاس گھمن، مولانا امجد خان، مولانا محب النبی، مولانا اشرف گجر، مولانا سیف الدین و دیگر قائدین

نے خطاب کیا۔ انہوں نے اپنے مشترکہ موقف میں یہ بات کہی کہ مدینہ طیبہ بالخصوص روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے کی کوشش کرنا کسی صورت قابل برداشت نہیں۔ انہوں نے وزیر اعظم میاں نواز شریف سے مطالبہ کیا کہ وہ اس اہم اور حساس ایشو پر قومی اسمبلی کا فوری طور پر اجلاس بلائیں۔ اور معاملہ کے حل کے لیے سنجیدہ اقدامات اور سعودی حکومت سے ہر ممکن تعاون کریں۔ قائدین نے جنرل راحیل شریف کے جراتمندانہ اقدام کو سراہتے ہوئے کہا کہ مدینہ طیبہ کی حفاظت کے لیے اس ملک کا بچہ بچہ پاک فوج کے جوانوں کے شانہ بشانہ کھڑا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ احتجاجی مظاہرے میں دوسرا اہم ایشو مقبوضہ کشمیر میں مسلمانوں پر حالیہ بھارتی دہشت گردی تھا۔ احتجاجی مظاہرے سے خطاب کرتے ہوئے قائدین نے کہا کہ کشمیر پاکستان کی شہرہ رگ ہے۔ اس کی حفاظت کرنا پاکستان کا بنیادی فرض ہے انہوں نے حکمرانوں سے کہا کہ وہ اس وقت تک بھارت سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لیں جب تک بھارت کشمیریوں کو مکمل خود مختاری نہیں دے دیتا۔ انہوں نے کشمیریوں سے اظہار یکجہتی کرتے ہوئے کہا کہ کشمیریوں کو چاہیے وہ سول نافرمانی کی تحریک اس وقت تک چلائیں جب تک وہ آزاد نہیں ہو جاتے۔

قائدین نے کہا کہ ہم سمجھتے ہیں قراردادوں کے بجائے عالم اسلام اور اس کی تمام نمائندہ تنظیموں کو مل کر ہر سطح پر مسئلہ کشمیر پر مضبوط اور موثر آواز اٹھانی چاہیے۔ تاکہ کشمیر کا قضیہ مزید التواء کا شکار ہونے کے بچ جائے اور اس کا سنجیدہ حل نکالا جاسکے۔ ہم پر امید ہیں کہ جمعیت علمائے اسلام کے بروقت دانشمندانہ اقدامات سے حکومتی فیصلوں میں مثبت تبدیلی ظاہر ہوگی اور قوم کے نیک جذبات کو تسکین و تکمیل کا موقع ملے گا۔

## پاکستان میں ختم نبوت کا آئینی مسئلہ !!

مولانا محمد کلیم اللہ حنفی

Zarbekaleem313@gmail.com

پاکستان ایک خود مختار، آزاد، اسلامی، فلاحی و نظریاتی ریاست ہے۔ اس کی بقاء اس وقت تک ہے جب تک اس میں اسلامی نظریات کو باقی رکھا جائے۔ اگر اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا جائے تو آج ہی اس کی جغرافیائی سرحدات سمٹ کر اغیار کے دامن میں چلی جائیں اور ہماری آزادی و خود مختاری کی روح فنا ہو کر رہ جائے۔

ہماری اس آزاد اسلامی ریاست کی ذمہ داریوں کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اندرونی و بیرونی اعتقادی، فکری اور عسکری یلغاروں سے اپنے مکینوں کے ایمان، جان، مال عزت و آبرو کی حفاظت کرنا۔ فرقہ واریت، تشدد، عدم برداشت، دہشت گردی، قتل و غارت گری اور باہمی لڑائی جھگڑوں کو ختم کرنا۔ ان کو معاشی اقتصادی اور معاشرتی سہولیات مہیا کرنا۔ غربت، کرپشن، بد امنی اور بے روزگاری سے نجات دلانا۔ بین الاقوامی سطح پر ان کے لیے علمی و عملی ترقی کی راہیں ہموار کرنا۔ وغیرہ

ریاستی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے ادارے بنائے جاتے ہیں ان اداروں سے ریاستی قوانین کو نافذ کرنے کے اقدامات ہوتے ہیں۔ ریاست کے ان انتظامی فیصلوں کو تسلیم کرنا اہلیان وطن کا ملی و اخلاقی فریضہ ہے۔ اب جو فرد، تنظیم یا کمیونٹی اسے تسلیم کرے وہ پر امن طریقے سے اس میں رہنے کی حقدار ہے۔ اور جو فرد، تنظیم یا کمیونٹی اس کو تسلیم نہ کرے بلکہ اس سے خلاف چلے اور بغاوت پر اتر آئے تو ایسے فرد، تنظیم اور کمیونٹی کو اس جگہ رہنے کا آئینی و قانونی طور پر قطعاً کوئی حق



نہیں۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس باغی فتنے کی سرکوبی کے لیے اپنے اختیارات استعمال کرے۔ جیسا کہ ریاست مدینہ میں اس کی بیسیوں مثالیں تاریخ کے صفحات پر موجود ہیں۔ آپ دیکھ لیں کہ جب مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی اسلامی ریاست قائم کی تو اس اسلامی ریاست نے مدینہ، خیبر اور جزائر عرب کے یہود و نصاریٰ اور بت پرست مشرکوں کو غیر مسلم قرار دے کر ان کے مذہبی اور شہری حقوق متعین کیے اور انہیں ریاست کا ذمی قرار دیا تھا اور مسلمانوں سے الگ تھلگ ان کے مخصوص احکام متعین فرمائے۔

قرآن و حدیث اور تاریخ اسلامی کو پڑھ لیجیے آپ پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ اسلامی ریاست نے مسلمانوں کو اپنی الگ شناخت قائم کرنے جبکہ غیر مسلم اقوام کے طور طریقے، مذہبی تہوار، عادات و اخلاق حتیٰ کہ بعض اوقات میں ان سے مجالست، مناکحت، موالات، معاملات ختم کرنے کا حکم دیا ہے۔

یہی وجہ ہے جب وہ اسلامی ریاست کے مقرر کردہ دائرے سے باہر نکلنے کی کوشش کرتے یا اسلامی ریاست کے فیصلوں کو تسلیم کرنے سے انکاری ہوتے تو ریاست نے ایسے عناصر کو آہنی ہاتھوں سے کچلنے کا حکم بھی فرمایا۔

چنانچہ دور نبوی اور عہد صحابہ میں اس کی ایک دو نہیں بیسیوں مثالیں موجود ہیں۔ خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری نبی و رسول کی حیثیت سے اسود عسی اور مسیلمہ کذاب کو کافر و مرتد قرار دیا اور اسلامی ریاست نے حکم نبوی کی بنیاد پر ان باغیوں کو کفر کردار تک پہنچایا، صحابہ کرام کے زمانہ خلافت و امارت میں اسلامی ریاست نے کفار و مرتدین اور باغیوں کو اپنے انجام تک پہنچایا۔

مدینہ طیبہ کے بعد روئے زمین پر دوسری اسلامی ریاست پاکستان کو اگر اس

تناظر میں دیکھا جائے تو یہاں بھی ریاست نے پارلیمانی طور پر لمبی بحث و تحقیص کے بعد ختم نبوت کے منکرین قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور اسلامی شعائر کے استعمال کے حوالے سے امتناع آرڈیننس جاری کیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کے جان و مال کو بھی تحفظ بخشا اور ان کے شہری حقوق متعین کیے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ یہ کیمونٹی ریاستی فیصلے کو بسر و چشم قبول کرتی اور ریاست کی احسان مند رہتی کیونکہ یہ ریاست کا ان پر احسان ہے جس کا بدلہ وہ کسی صورت بھی نہیں چکا سکتے۔

لیکن احسان فراموشی کی انتہاء بلکہ بغاوت کی انتہاء دیکھیے کہ سرکش قادیانی لابی آئین پاکستان کا تمسخر اڑاتی ہے اور ملکی قوانین کی دھجیاں بکھیرتی ہے۔ آئے دن ایسے واقعات تسلسل کے ساتھ پیش آرہے ہیں۔

یقین مانئے کہ یہ ارتدادی فتنہ اہل اسلام بالخصوص اہلیان پاکستان کے آستین کا سانپ بنا ہوا ہے۔ ہمارے چند حکمرانوں کے طمع و لالچ پر مبنی بعض فیصلوں کی بدولت اس غدار اور باغی کیمونٹی کے لوگ ملک کے کلیدی عہدوں پر بھی براہمان ہیں جس کی وجہ سے دہشت گردی کے واقعات میں اضافہ اور میرٹ کا استحصال ہو رہا ہے۔

بعض لوگوں کو اتنی کھلی ہوئی حقیقت نظر نہیں آرہی اور وہ اس ریاستی باغی گروہ کے گیت الاپ رہا ہے۔ پچھلے دنوں ایک نجی ٹی وی چینل پر ایک اینکر پرسن نے پاکستان کے آئین کا مذاق، ریاستی فیصلے کا تمسخر اڑاتے ہوئے کہا کہ ریاست کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی کو کافر قرار دے۔ اس نے باقاعدہ کہا کہ میں اس پر ایک پورا پروگرام کروں گا اس کی اس بات کو پوری پاکستانی قوم نے سنا اور اس پر گہری تشویش اور غم و غصے کا اظہار کیا۔

## جدید تہذیب یا قدیم اسلامی روایات؟؟

مولانا محمد کلیم اللہ حنفی

معاشرے کو خوشحال اور خوشگوار بنانے کے لیے روز ازل سے کئی منصوبے بنائے گئے، باہمی محبت کی فضا پیدا کرنے کے لیے کئی جتن جتائے گئے، ہزار کوششیں کی گئیں کہ انسانیت کو پر کیف زندگی بسر کرنے کو ملے۔ لیکن تاریخ عالم گواہ ہے کہ خوشیوں کے چمن میں بہار نہ آسکی، تہذیب و تمدن کے نام نہاد علمبرداروں کے کھوکھلے نعروں میں صداقت کہ رmq نظر نہ آئی۔

ہاں یہ ضرور ہوا کہ مطلب پرستی، دھوکا دہی اور خود فریبی کو فروغ ملا، حضرت انسان کی عزت نفس بری طرح مجروح ہوئی۔ بالآخر قدرت کا وعدہ بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنما صورت میں رونما ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرت انسانی کو خالق انسانیت کے اصولوں کے سانچے میں ڈھالا۔ حالات کا رخ بہتری سے ترقی کی طرف موڑا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دنیا محبت کے جھونکوں سے مہک اٹھی، انس، بھائی چارگی، اخوت، رواداری، ہمدردی اور باہمی الفت کے پھول کھل اٹھے۔ آپ کی سنہری تعلیمات نے انسانیت کو بھائی بھائی ہونے کا احساس دلایا اور قابل رشک معاشرہ تشکیل دیا۔

چنانچہ معاشرے کی اخلاقی قدروں کو نمایاں کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں عالم گیر اصول ہائے جہاں بانی ارشاد فرمائے وہاں پر نجی زندگی کی گتھیاں بھی سلجھائیں اور ایسے امور کی نشان دہی فرمائی۔

خوشگوار رہن سہن کے حصول کے لیے آج کی دنیا اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ

ایک دوسرے کو ملتے وقت مسکراہٹ کا مظاہرہ کرنا چاہیے، تاکہ دوسرے کے دل میں رنجشیں ختم ہوں اور محبت کے جذبات پیدا ہوں جبکہ اہل اسلام کے لیے اس بات کی نشان دہی آج سے چودہ صدیاں قبل ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ذکر فرمائی: تبسمک فی وجہ اخیک صدقۃ۔ یعنی خندہ پیشانی سے ملنے کا دنیوی اصول بھی سمجھایا اور اس پر اخروی اجر بھی بتایا۔ افسوس کا مقام ہے کہ آج ہم اس نبوی اصول کو نظر انداز کرتے ہوئے بھنویں چڑھا کر، تیور بدل کر ملتے ہیں اور غیر مسلم اقوام اسے اپنا کر خوش اخلاق بنی ہوئی ہے۔

خوشگوار معاشرے کے قیام کے لیے آج کی دنیا اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ معاشرے میں اچھی باتوں کو عام کیا جائے تاکہ لوگوں کے اخلاق اچھے بنیں اور باہمی محبت کو فروغ ملے۔ جبکہ اہل اسلام کے لیے اس بات کی نشان دہی آج سے چودہ صدیاں قبل ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ذکر فرمائی: وامرک بالمعروف صدقۃ۔ یعنی لوگوں کو اچھی باتوں کی تلقین کرنے سے دنیوی فوائد بھی ملیں گے اور اخروی ثمرات بھی۔

معاشرے میں ہر مزاج کے انسان مل جل کر رہتے ہیں بعض کے اخلاق عمدہ ہوتے ہیں تو بعض کے بے ہودہ۔ خوشگوار معاشرے کے لیے آج کی دنیا اس بات پر متفق ہے کہ اچھی باتیں سکھانے کے ساتھ ساتھ بری باتوں سے روکنا بھی ضروری ہے ورنہ معاشرتی جرائم کی شرح میں اضافہ ہو گا جس سے دنیا کا امن تباہ ہو جائے گا جبکہ اہل اسلام کے لیے اس بات کی نشان دہی آج سے چودہ صدیاں قبل ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ذکر فرمائی: نہیک عن المنکر صدقۃ۔ یعنی برائی سے روکنا دنیا سے معاشرتی جرائم کو ختم کرنے کا ذریعہ بھی ہے اور

اخروی انعامات کے حصول کا وسیلہ بھی ہے۔

آج کی دنیا کے اداروں میں جائیں تو پہلے پہل ریسپشن (استقبالیہ) والے خیر مقدم کریں گے اور آپ کی رہنمائی کریں گے کوئی قافلہ کہیں جائے تو اس کو گائیڈ کرنے والے افراد مہیا ہوں گے جبکہ اہل اسلام کے لیے اس بات کی نشان دہی آج سے چودہ صدیاں قبل ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ذکر فرمائی: ارشادك الرجل في ارض الضلال لك صدقة۔ یعنی بھولے بھٹکے شخص کو راستہ دکھانا اس سے جہاں مثالی معاشرہ قائم ہوتا ہے وہاں پر اخروی ثواب بھی ملتا ہے۔

آج کی دنیا میں متمدن قومیں وہ کہلاتی ہیں جو دوسروں کا خیال رکھیں۔ بصارت سے محروم نابینا افراد کو اگر کوئی سڑک پار کر دے یا اس کو منزل مقصود تک پہنچا دے تو ایسے لوگوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ جبکہ اہل اسلام کے لیے اس بات کی نشان دہی آج سے چودہ صدیاں قبل ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ذکر فرمائی: نصرك الرجل الردى البصر لك صدقة۔ یعنی حاجت مندوں کی ضروریات کو پورا کرنے سے جہاں معاشرتی اخلاقی فریضہ ادا ہوتا ہے وہاں پر خدا کی خوشنودی کی بدولت آخرت میں اجر بھی ملتا ہے۔

آج کی دنیا شاہراؤں، گلی کوچوں، چوک چوراہوں، محلوں اور شہروں کو صاف ستھرا رکھتی ہے اور اسے اپنی تہذیب گردانتی ہے جبکہ اہل اسلام کے لیے اس بات کی نشان دہی آج سے چودہ صدیاں قبل ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ذکر فرمائی:

اماطتك الحجر والشوكة والعظم عن الطريق لك صدقة۔

یعنی راستوں کو صاف ستھرا رکھنا جہاں سکون و راحت کا باعث ہے وہاں پر

اللہ کی طرف سے انعام کا بھی باعث ہے۔

آج کی دنیا انسانیت کی خدمت کے لیے سماجی اور رفاہی کاموں پر زور دیتی ہے، اور جذبہ ایثار و ہمدردی کو اجاگر کرنے کی تعلیم دیتی ہے جبکہ اہل اسلام کے لیے اس بات کی نشان دہی آج سے چودہ صدیاں قبل ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ذکر فرمائی:

افراغك من دلوک فی دلو اخیك لك صدقة -

یعنی اپنی ضروریات پر اپنے بھائیوں کی ضروریات کو ترجیح دینا جہاں باہمی محبت کا باعث ہے وہاں پر خدائی محبت کا حقدار بھی بناتی ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

لا تحقرن شیئاً من المعروف -

کہ کسی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بے وقعت نہ سمجھو۔ مذکورہ بالا باتیں بظاہر دیکھنے بھی بہت ہلکی سی معلوم ہوتی ہیں لیکن روز محشر ان کا وزن ہمارے نیکیوں والے پلڑے کو جھکا دے گا۔

باقی رہا صدقہ! اس بارے میں ایک بات ہمیشہ ذہن نشین رہے کہ صدقہ کبھی اپنے مال سے کرنا فرض و واجب ہوتا ہے جیسے زکوٰۃ، عشر، فطرانہ قربانی اور کبھی مستحب جیسے نفلی صدقہ۔ مال کے صدقے کے علاوہ بھی اللہ کے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا امور کو صدقہ قرار دیا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ حدیث پاک میں صدقے کے دو بنیادی فوائد ذکر کیے گئے۔ ایک تو یہ کہ صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور دوسرا یہ کہ انسان کو ناگہانی اور حادثاتی موت سے محفوظ رکھتا ہے۔

## نمازی کے سامنے گزرنے کا مسئلہ

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن کی زیر نگرانی مرکز اہل السنۃ والجماعۃ کے ”آن لائن دارالافتاء“ سے پوچھے گئے سوالات و جوابات کا سلسلہ  
نوٹ: سائل کو جواب میل کرنے کے بعد افادہ عام کے لیے ادارے کی  
آفیشل ویب سائٹ [www.ahnafmedia.com/darulifta](http://www.ahnafmedia.com/darulifta) پر  
اپ لوڈ کر دیا جاتا ہے۔

ای میل ایڈریس: [mufti@ahnafmedia.com](mailto:mufti@ahnafmedia.com)

سوال:

ایک مسئلہ میں دینی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ میں ایک تقریر سن رہا تھا جس میں ایک حدیث پیش کی گئی، اس میں کہا گیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ گدھا، عورت اور کالا کتا اگر کسی نمازی کے سامنے سے گزر جائے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ جب یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے پیش کی گئی تو انہوں نے کہا: کیا عورتوں کو گدھے اور کتے کے برابر پیش کیا گیا ہے۔

میں جانا چاہتا ہوں کہ اس کا کیا خلاصہ اور مطلب ہے؟ جزاک اللہ خیر

سائل: محمد اقبال، ٹرانٹو، انگلینڈ

جواب:

مذکورہ احادیث کا مطلب جاننے سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علمی

مقام جان لینا چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ ہستی ہیں کہ عورتوں میں سے سب سے زیادہ روایات انہی سے مروی ہیں۔ چونکہ حدیث شریف سے آپ کو گہرا تعلق تھا اس لیے کسی حدیث کے سلسلے میں اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کوئی شبہ ہوتا تھا تو آپ ہی کی طرف رجوع کیا جاتا تھا اور آپ بڑی آسانی کے ساتھ مدلل طور پر شک و شبہ کو دور فرما دیتی تھیں۔ نیز کئی مواقع ایسے بھی آئے کہ دیگر اصحاب اگر حدیث مبارک بیان کرتے اور اس کا مفہوم اصل مفہوم سے ہٹ کر کچھ اور سمجھا جا رہا ہو تا تو آپ فوراً نقد فرما کر صحیح مفہوم بیان فرما دیتیں تھیں۔ کئی واقعات ہیں جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نقد اور علمی گرفت موجود ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر ایک رسالہ ”عین الاصابہ“ لکھا ہے جس میں اس قسم کی 40 روایات کا تذکرہ کیا ہے جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دقیق نظر، تفقہ فی الدین، دور اندیشی اور دور بینی کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ سوال میں مذکورہ واقعہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کہ جس میں حضرت ابن عمر، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما وغیرہ نے ایک حدیث بیان کی جس کا مفہوم کچھ اور سمجھا جاسکتا تھا، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ بات پہنچی تو آپ نے اس کا صحیح مفہوم بیان کر دیا۔ حضرت ابن عمر اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے مروی حدیث کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

يَقْطَعُ الصَّلَاةَ إِذَا لَمْ يَكُنْ يَدْعُ الرَّجُلَ مِثْلَ مُوْخِرَةِ الرَّجُلِ الْمَرْأَةِ وَالْحِمَارِ وَالْكَلْبِ الْأَسْوَدِ قَالَ قُلْتُ مَا بَالُ الْأَسْوَدِ مِنَ الْأَحْمَرِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا سَأَلْتَنِي فَقَالَ الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ شَيْطَانٌ .

[صحیح مسلم: حدیث نمبر 509]



ترجمہ: اگر نمازی کے سامنے اونٹ کے کجاوے کی پچھلی لکڑی کے بقدر اونچا سترہ نہ ہو تو عورت، گدھے اور سیاہ کتے کے سامنے سے گزر جانے پر اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیاہ کتے کو خاص کرنے کی وجہ پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سیاہ کتا شیطان ہوتا ہے“

اس حدیث پاک سے سمجھا جاسکتا تھا کہ نمازی کے سامنے سے اگر عورت گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے حالانکہ مسئلہ یوں نہیں ہے... تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا جواب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے دیا۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت لائے ہیں: عن عائشة أنه ذكر عندها ما يقطع الصلاة فقالوا يقطعها الكلب والحمار والمرأة قالت لقد جعلتمونا كلابا لقد رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يصلي وإني لبينه وبين القبلة وأنا مضطجعة على السرير فتكون لي الحاجة فأكره أن أستقبله فأنسل أنسلالا وعن الأعمش عن إبراهيم عن الأسود عن عائشة نحوه.

(صحیح البخاری: حدیث نمبر 487)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ان اشیاء کا تذکرہ کیا گیا جو نماز کو فاسد کر دیتی ہیں، تو لوگوں نے بیان کیا کہ کتا، گدھا اور عورت نماز کو فاسد کر دیتی ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ تم نے ہم لوگوں کو کتا بنا دیا (یعنی ان کے ساتھ ملا دیا) میں نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں نماز پڑھتے دیکھا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور قبلہ کے درمیان تخت پر لیٹی ہوتی تھی، پھر مجھے کچھ ضرورت ہوتی (چونکہ) میں اس بات کو برا جانتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے سامنے ہو جاؤں تو میں آہستہ سے نکل جاتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ واقعہ بیان کر کے اشارہ کیا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول ہوتے تھے میں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لیٹی رہتی تھی اور اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے رہتے تھے۔ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں نمازی کے آگے عورت کے گزر جانے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ یہاں تک تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علمی رد کی تشریح تھی۔ ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں آئے کہ جب ان چیزوں کے نمازی کے سامنے آنے سے نماز نہیں ٹوٹی تو پھر حدیث میں کیوں آیا کہ ”يَقْطَعُ الصَّلَاةَ“ کہ نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ محققین نے اس حدیث کے کئی مطلب بیان کیے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

### مطلب نمبر 1:

اس حدیث میں جو نماز ٹوٹنے کا ذکر ہے اس سے مراد مبالغہ ہے، مطلب یہ کہ ان چیزوں کے گزرنے سے نماز ٹوٹی تو نہیں لیکن جب بندہ ان میں منہمک ہو جائے تو ٹوٹنے کا اندیشہ ہے۔ جیسے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دوسرے شخص کی بے حد تعریف کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قطعت عنق صاحبک، کہ تو نے تو اپنے دوست کی گردن کاٹ کے رکھ دی ہے۔ یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مبالغہ فرمایا یعنی جب اس شخص نے تعریف کی تو تعریف سننے کی وجہ سے مبادا کہ دوسرے شخص میں تکبر آجائے اور تکبر اس کو ہلاک کر دے۔ تو جس طرح ہلاکت کے اندیشے کو ہلاکت سے تعبیر کیا گیا ہے اسی طرح اس حدیث میں بھی ٹوٹنے کے اندیشے کو مبالغہ ٹوٹنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(اکمال بخوالہ فتح الملہم: ج 3 ص 692)

## مطلب نمبر 2:

اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ یہ تین چیزیں ایسی ہیں جو اگر نمازی کے آگے سے گزریں تو نماز میں خشوع و خضوع اور حضوری قلب کو کھودیتی ہیں جو درحقیقت نماز کی اصل اور روح ہیں، کیونکہ شیطان دل میں وسوسہ ڈالے گا، عورت نماز کے لیے فتنہ و آزمائش بن جائے گی، گدھا اور کتا اپنی قبیح آواز اور نقصان پہنچانے کے خطرے کی وجہ سے نماز کی توجہ اپنی طرف مبذول رکھیں گے۔ گویا نماز باطل تو نہ ہو گی لیکن اس کا خشوع و خضوع فوت ہو جائے گا۔

(فتح الملہم: ج 3 ص 692)

## مطلب نمبر 3:

اس سے مراد توجہ کا ان چیزوں کی طرف جانا ہے کیونکہ مذکورہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ سامنے آجائیں تو ان کی طرف دل متوجہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ عورت کی حیثیت تو ظاہر ہے۔ گدھے کا معاملہ بھی یہ ہے کہ گدھے کے ساتھ چونکہ اکثر و بیشتر شیاطین رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس کے پیچنے کے وقت اعوذ باللہ پڑھنا مستحب ہے اس لیے جب گدھا نماز کے آگے سے گزرے گا تو نماز کا دل اس احساس کی بناء پر کہ اس کے ہمراہ شیاطین ہوں گے گدھے کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔ ایسے ہی کتے سے تکلیف پہنچنے کا بھی خطرہ رہتا ہے اس لیے اس کے گزرنے کی صورت میں بھی ذہن پوری تیزی کے ساتھ اس کی طرف بھٹک جاتا ہے۔

(فتح الملہم: ج 3 ص 692 بحوالہ الامام الشیرانی)

## فائدہ:

گدھے اور کتے کے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی، اس پر بھی صریح حدیثیں

موجود ہیں:

1: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن میں گدھی پر بیٹھا ہوا آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں لوگوں کے ہمراہ نماز پڑھ رہے تھے اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے) آگے کوئی دیوار نہیں تھی (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی سترہ نہیں کھڑا کر رکھا تھا، میں بعض صفوں کے سامنے سے گزرا، پھر گدھی سے اتر کر اسے چھوڑ دیا، وہ چرنے لگی اور میں صف میں داخل ہو گیا اور مجھے کسی نے کچھ نہیں کہا۔

(صحیح البخاری: حدیث نمبر 76)

معلوم ہوا کہ گدھی کے سامنے ہونے کے باوجود نماز جاری رکھی گئی۔

2: حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم لوگ جنگل میں تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور (اس وقت) آپ کے ہمراہ ابن عباس رضی اللہ عنہما تھے، آپ نے جنگل میں نماز پڑھی اور آپ کے سامنے سترہ نہیں (لگا ہوا) تھا اور اس وقت (یعنی نماز پڑھنے کی حالت میں) ہماری گدھی اور کتیا (وغیرہ) آپ کے سامنے کھیل کود کرتی (پھرتی) تھیں لیکن آپ نے ان کی بھی پرواہ نہیں فرمائی (یعنی اس پر بھی آپ نے نکیر نہیں کی)

(سنن ابی داؤد: حدیث نمبر 718)

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

(مفتی) شبیر احمد حنفی

الجواب الصحيح

(مولانا) محمد الیاس گھسن

## ”کارگزاریاں“

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ امیر عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعت عقائد اسلامیہ اور مسائل اہل السنۃ والجماعت کی اشاعت و تحفظ کے لیے دنیا بھر میں مسلسل مصروف عمل ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام میں عقیدہ و عمل کے بارے شعور بیدار ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں ادارہ کو بہت زیادہ پیغامات بذریعہ ای میل، واٹس ایپ، میسجز موصول ہوتے ہیں۔ جنہیں ہم مستقل عنوان ”کارگزاریاں“ سے آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ اگر آپ بھی اپنی کارگزاری بھیجنا چاہتے ہوں تو ہم سے رابطہ کریں۔

ای میل: mag@ahnafmedia.com

واٹس ایپ + میسجز: +923062251253

## جلال الدین، انڈیا

محترم و مکرم متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت اس مہینہ الحمد للہ ثم الحمد للہ بہت خوش ہوں اس لیے کہ یہ مہینہ میری پوری زندگی کا پہلا مہینہ ہے جس میں اللہ کا ذکر کرتا رہا 5 قرآن مجید ختم کیے میری 26 سال عمر ہے اس سے پہلے آج تک میں رمضان مبارک کی قدر نہیں کرتا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کے طفیل مجھ کو ہدایت عطا فرمائی ہے۔ اس سال رمضان میں خاص کر بیس رکعات تراویح بھی پڑھی، تہجد بھی پڑھنے کی توفیق ملی۔ میں یہ آپ کو اس لیے بتا رہا ہوں کہ یہ میری زندگی کا پہلا رمضان ایسا گزرا ہے جس پر میں دلی طور پر بہت خوش ہوں۔ یہ سب کچھ میں اس لیے بتا رہا ہوں کہ یہ سب کچھ آپ کی بدولت ہے۔

## معاشرتی خرابی کو دور کیجیے!!

عارف عزیز

اسلام ایک فطری دین ہے دینی، دنیاوی اور معاشی ہر قسم کی ہدایات اس میں موجود ہیں اس کے اصول و ضوابط حکمت و مصلحت سے پر ہیں پھر بھی اسلام کا ماننے والا کلمہ توحید کا اقرار کرنے والا اور خدا اور رسول ﷺ کی محبت کا دم بھرنے والا زندگی کے ہر موڑ پر طرح طرح کی معاشرتی و اقتصادی مسائل کا اس لئے آج شکار ہے کہ اس نے اسلام کی تعلیمات کو اپنی مرضی و خواہش اور غلط رسم و رواج کے سانچے میں ڈھال لیا ہے جو اس کو اندر ہی اندر کھوکھلا بنا رہی ہے اور مسلمانوں کے وسائل کو برباد کر کے انہیں زندگی کے سکون، صبر و قناعت جیسی نعمتوں سے محروم کر رہی ہیں۔

آج عام مسلمانوں میں معاملات کی خرابی، فضول خرچی، غلط طریقہ سے دولت کمانے کی جو حرص و ہوس بڑھتی جا رہی ہے اس میں اصلاح کی شدید ضرورت ہے جو افراد یا جماعتیں اس کی اصلاح کے لئے کوشاں ہیں۔ وہ وقت کی ایک اہم ضرورت کو انجام دے رہی ہیں، بالخصوص جمعیت العلماء ہند، جماعت اسلامی اور ملی کونسل وغیرہ نے اصلاح معاشرہ کے لئے رہنمائی کی جو سمت مسلمانوں کو دکھائی ہے اس پر چلنے اور دوسرے مسلمانوں کو اس مشن پر آگے بڑھانے کی ترغیب دینا، آج ضروری ہو گیا ہے۔

اس سلسلہ کی ایک اہم برائی شادی بیاہ کی تقریبات میں رقم کا بے جا اسراف، ناچنے گانے کا اہتمام، آتش بازی کا مظاہرہ اور آرائش و زیبائش کے نام پر آنکھیں بند کر کے خرچ کر دینا ایسی برائیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غیض و غضب کو

دعوت دیتی ہیں اور اسی طرح مسلمانوں نے نکاح جیسی پاک عبادت کو پورے معاشرہ کے لئے ایک سنگین مسئلہ بنا دیا ہے اس کی ایک کڑی جہیز بھی جو مسلمانوں نے برادرانِ وطن سے اختیار کی ہے اور اس لعنت نے غریبوں کی تو کمر توڑ کر رکھ دی ہے اور اس کا سب سے زیادہ ناخوشگوار اثر لڑکیوں کی شادی پر مرتب ہو رہا ہے۔

اس بارے میں ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے اس برائی کو آخر اپنے گلے کیوں لگا لیا ہے، ہمارے خیال میں مسلمان بالکل غیر محسوس اور غیر شعوری طور پر اس لعنت میں گرفتار ہوئے۔ سب سے پہلے ان کے خوشحال طبقہ نے اس کو اپنایا اس کے بعد ان کی نقل اور جھوٹی نمائش میں دوسرے غریب طبقوں کے مسلمانوں نے اس کو اعتبار کر لیا اور آج یہ صورت حال ہے کہ خواہ وہ خوشحال مسلمان ہوں یا بد حال سب ہی اس تکلیف دہ رسم کی شدت اور چھجن کو محسوس کرنے لگے ہیں لہذا ایسی مسلم لڑکیوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے جو سن بلوغیت کو پہنچنے کے بعد بھی کنواری بیٹھی ہیں اس لئے کہ ان کے والدین اتنی مالی استطاعت نہیں رکھتے کہ جہیز کے لئے بڑی رقم کا انتظام کر سکیں، حیدرآباد وغیرہ شہروں میں تو اور بھی بُرا حال ہے جہاں اس کے نتیجہ میں دوسری معاشرتی خرابیاں بڑھ رہی ہیں۔

اس کا ایک ہی علاج ہے کہ اسلام نے ہمیں جس اچھے معاشرہ کا تصور دیا ہے اس پر روایات و راجوں کا جو پردہ پڑ گیا ہے اس کو ہم ہٹائیں اور صحیح اسلامی تعلیمات کی پیروی کریں جو انسانی فطرت و مزاج کے عین مطابق ہیں۔ اگر یہ نہیں کیا گیا تو مسلمان ایک طرف خدا کے غضب کا شکار ہوتے رہیں گے دوسری طرف طرح طرح کے دنیاوی مسائل و مشکلات بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے خدا کرے کہ یہ بات عام مسلمانوں کے سمجھ میں آجائے اور اس پر وہ کاربند ہو جائیں۔

## لوحِ ایام

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا میں معزز مہمانان گرامی کی آمد اور متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کے اندرون و بیرون ممالک کے مختلف مسکلی اسفار اہم مذہبی، سیاسی اور سماجی شخصیات سے خصوصی ملاقاتیں

❖ رمضان المبارک میں حضرت متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ عمرے کی سعادت کے لیے حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ ادائیگی عمرہ کے بعد انہوں نے مختلف سیاسی زعماء کی مشترکہ دعوت افطار پر خصوصی خطاب فرمایا اور پاک سعودیہ تعلقات کے خوشگوار ہونے پر اظہار مسرت فرمایا اور کہا کہ دنیا بھر کا مسلمان حرمین شریفین کے لیے اپنی جان قربان کر دینا اپنے لیے سعادت سمجھتا ہے۔ بالخصوص پاکستان سعودی عسکری اتحاد کا حصہ ہونے کی وجہ سے ہر وقت تیار ہے۔

❖ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کا تراویح میں ختم قرآن مرکز اہل السنۃ والجماعۃ میں ختم قرآن 29 ویں شب کو ہوا۔ جس میں آپ نے رمضان المبارک اور قرآن پاک کی آپس میں گہری مناسبت پر جامع بیان فرمایا۔

❖ متکلم اسلام نے لاہور مال روڈ پر حرمین شریفین پر حملوں اور مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں سے اظہار یکجہتی کے لیے جمعیت علمائے اسلام کی کال پر احتجاجی مظاہرے میں مہمان خصوصی کے طور پر شرکت فرمائی۔

❖ 15 شوال کو نئے تعلیمی سال کے آغاز کے موقع پر درجہ تخصص فی التحقیق والدعوۃ، درس نظامی، شعبہ حفظ کے طلباء و طالبات میں متکلم اسلام نے افتتاحی تقریب سے خطاب فرمایا اور حصول تعلیم مقصد تعلیم پر زور دیا۔



## ماہنامہ فقیہ ملنے کے پتے

ایجنسی ہولڈرز	علاقہ	فون نمبرز
دارالایمان	کراچی	03342028787
ڈاکٹر تحسین اللہ	پشاور	03339217613
مولانا محمد نوید حنیف	آزاد کشمیر	03132317090
مولانا محمد شہباز	کبیر والا	03066310082
مولانا محمد صدیق	ڈیرہ غازی خان	03356351893
مولانا محمد قاسم	ملتان	03007408019
مولانا عمر خطاب	انک	03077375075
رحمت اللہ	کوہاٹ	03449251287
مولانا خالد زبیر	فیصل آباد	03153759031
مولانا خالد زبیر	چکوال	03335912502
محمد رئیس	ٹانک	03319143483
مولانا محمد دلاور	اداکاڑہ	03136969193
مولانا عبد اللہ قمر	قصور	03008091899
مولانا عبد اللہ شہزاد	حافظ آباد	03212374824
عبد الوکیل عزیزی	سیالکوٹ	03338639255
ذوالقرنین حیدر	ڈیرہ اسماعیل خان	03343682508

نوٹ: ایجنسی بک کروانے کے لیے رابطہ کریں: 03326311808